ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۴ فروری ۱۹۶۱ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

۲۵ پیسے

شیخ الاسلام حضرت مولٰنا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد

از جناب عمر الدین صاحب شادؔ

مرحبا اے علم و حکمت کے درخشاں آفتاب
ایشیا ہوتا رہا برسوں ہی تجھ سے فیض یاب

ہم بھلا سکتے نہیں تجھ کو حسین احمدؒ کبھی
تیرے احسانات ہیں قوم و وطن پر بے حساب

اشک آنکھوں سے رواں ہوتے ہیں تیری یاد میں
رہنمائے ملک و ملت اے امام انقلاب

وہ درِ نایاب ہے تیرے تقدس کے طفیل
جس کو تیری ذات سے اس دور میں ہے انتساب

کچھ مجاہد بن گئے اور کچھ مشائخ ہو گئے
وہ جو تیری ذات سے کرتے رہے ہیں اکتساب

خوفِ غیر اللہ کبھی آیا نہ تیرے قلب میں
دورِ حاضر میں نہیں تیری شجاعت کا جواب

کانپتا تھا دیوِ استبداد تیرے سامنے
کر دیا تو نے ملوکیت کا چہرہ بے نقاب

تجھ کو شیخ الہندؒ کی خدمت نمایاں کر گئی
تو رہا تا زندگی علمائے حق کا انتخاب

لا سکا لغزش نہ تیرے پائے استقلال میں
مالٹا کے قید خانے میں فرنگی کا عتاب

رفتہ رفتہ اٹھ رہی ہیں ہستیاں یہ بے نظیر
شادؔ بڑھتا جا رہا ہے دل کا پیہم اضطراب

ہفت روزہ خدام الدین لاہور
فون نمبر ۶۷۵۴۵
جلد ۶ | ۸ رمضان المبارک ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۴ فروری ۱۹۶۱ء | شمارہ ۴۲

رمضان اور جہاد

بنی نوع انسان کے لئے اپنے خالق و مالک سے انکار یا اس کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنے کے بعد سب سے بڑا جرم انسان کا انسان کو قتل کرنا ہے اگر ایک انسان دوسرے کو بے گناہ قتل کرتا ہے تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ اسی طرح اگر وہ ایک آدمی کی زندگی بچاتا ہے تو اس کا اجر بھی ایسا ہی ہے کہ اس نے تمام انسانوں کی زندگی بچائی۔

اشرف المخلوقات انسان کی جان بچانے کے لئے دنیا بھر کی چیزوں کو ضائع کیا جا سکتا ہے۔ حیوانات کو قربان کیا جا سکتا ہے۔ مگر انسان کی زندگی بڑی قیمتی ہے یہ کسی کے لئے قربان نہیں کی جا سکتی۔ سوائے اس جہاں آفریں رب العلمین کے حکم، اس کی رضا اور اسکا نام بلند کرنے کیلئے۔ یہ جان اسی کے لئے خرچ کی جا سکتی ہے جس نے اس مشتِ خاک کو یہ جان و ایمان بخشا۔ اس مقصدِ عظیم کے لئے اپنی جان قربان اور دوسرے کو قتل کیا جا سکتا ہے۔

دنیا جہاں کی جنگیں اور عظیم لڑائیاں دنیوی مقاصد کے لئے ہوتی ہیں تا کہ ملک وسیع کیا جائے یا دولت لوٹی جائے یا شان و شوکت قائم کی جائے مگر اللہ تعالےٰ کے پاک پیغمبروں نے اس قتال کو جو بظاہر گناہ عظیم تھا اللہ تعالیٰ کی عبادت بنا ڈالا۔ اور عبادت بھی سب سے بڑی اور افضل۔

حدیث میں فرمایا گیا ہے
وَ ذُروَۃُ سَنَامِھَا الْجِھَادُ

کہ جیسے اونٹ کی کوہان کی چوٹی سب سے اونچی جگہ ہوتی ہے۔ یہی حیثیت اسلام میں جہاد کو حاصل ہے۔ اس میں اللہ کے نام پر جانیں قربان کی جاتی ہیں۔ اور اسی کے حکم سے اس کے باغیوں کا قلع و قمع کیا جاتا ہے۔ اسلام کے مسئلہ جہاد پر اہل مغرب نے بہت کیچڑ اچھالا تھا۔ مگر دو عظیم جنگوں کے بعد جو محض ایک مغرور شخص کی تنک مزاجی کی وجہ سے یا ایک فرعون مزاج انسان کی خون آشام تلوار کی پیاس بجھانے کے لئے لڑی گئیں۔ جن میں کروڑوں بے گناہ افراد ہلاک ہوئے اور لاکھوں غیر مصافی آبادی قتل ہوئی اب کس کا منہ ہے کہ وہ اسلام کے پاک جہاد کے خلاف لب کشائی کر سکے؟

اسلامی جہاد تو وہی ہے جو صرف اللہ تعالےٰ کے نام کو بلند کرنے کے لئے کیا جائے۔ لِتَکُوْنَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا۔

اگر کوئی حکومت اپنے باغیوں کی سرکوبی کرے تو وہ قانوناً و اخلاقاً مجبور نہیں ہے کہ انتظار کرے۔ کہ باغی حملہ کر کے اس کی رعایا کو نقصان پہنچا دیں۔ تب یہ انسدادی کارروائی کرے بلکہ جیسے اس کو یہ حق حاصل ہے۔ کہ باغیوں کو حملہ کرنے سے پہلے ہی کچل کر رکھ دے۔ یا حملہ کے بعد ان کو کیفر کردار تک پہنچائے۔ اسی طرح مسلمان حکومت جو اللہ تعالےٰ کی نائب ہے اس کو اختیار ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے باغیوں پر حملہ کرنے میں پہل کرے یا ان کے حملہ کا انتظار کرے یہ اسکے صوابدید پر موقوف ہے۔

بنا بریں جہاد جارحانہ ہو یا دفاعی ہر دو کا ایک ہی حکم ہے۔ صرف مقصد صحیح ہونا چاہیئے۔ وہ مقصد اللہ تعالےٰ کا نام بلند کرنا۔ ظلم و ستم کو مٹانا، نوع انسانی میں عدل و مساوات کا اعلان کرنا اور اللہ تعالیٰ کی حکم برداری کا پرچار کرنا ہے۔

برا ہو غلامی کا۔ انگریزوں کے دور میں بہت سے اصحاب قلم نے جہاد پر جب بھی قلم اٹھایا، اسلامی جہاد کو ایک دفاعی جنگ قرار دیا۔ اور اسی حد تک اس کو جائز قرار دیتے ہوئے جارحانہ جہاد کی مخالفت کی۔

حالانکہ اگر اسلامی سلطنت پر حملہ کا خطرہ ہو۔ اللہ کے دین کی کمزوری اور کفر کے غلبہ کا امکان پایا جاتا ہو اور پڑوسیوں کے برے ارادوں کا پتہ چل جائے تو حملہ میں پہل کرنا بھی دفاع ہے۔ اور آج اس اصول کو تسلیم کیا جاتا ہے کہ بہترین ڈیفینس، ایفینس ہے یعنی بہترین مدافعانہ کارروائی یہ ہے کہ دشمن پر متوقع حملہ سے پہلے ہلہ بول کر اس کی قوت کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا جائے۔

اسلام نے جہاد تب فرض کیا جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم ریاضات و مجاہدات کی کٹھالی سے نکل کر کندن بن چکے تھے۔ ان کا نفس ختم ہو چکا تھا ان سے رائے قائم کرنے میں غلطی کا امکان نہ تھا۔ مگر نفس کے تقاضا کے تحت یا اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف جان بوجھ کر کوئی اقدام کرنا عادۃً محال تھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور واقعہ ہے کہ جب ایک دشمن کو پچھاڑ کر اسکی چھاتی پر سوار ہو کر قتل کرنے کو تھے کہ اس نے آپ کے چہرۂ مبارک پر تھوک دیا۔ تو آپ فوراً ہٹ گئے اور اس کو چھوڑ دیا۔ کافر نے حیران ہو کر پوچھا۔ کہ آخر مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ آپ نے کہا۔ اس لئے کہ تم نے مجھ پر تھوک دیا۔ اس نے کہا۔ اس سے تو غصہ اور زیادہ ہونا چاہیئے تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اسی لئے تو چھوڑا۔ کہ پہلے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے تم کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ (باقی صفحے پر)

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

روزہ میں قے کا حکم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مَنْ ذَرَعَهُ الْقَیْءُ وَ هُوَ صَائِمٌ فَلَیْسَ عَلَیْهِ قَضَاءٌ وَ مَنِ اسْتَقَاءَ عَمَدًا فَلْیَقْضِ۔ رواه الترمذی و ابوداؤد و ابن ماجة والدارمی۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص پر روزہ کی حالت میں غلبہ کرے قے۔ یعنی خود بخود قے آجائے اُس پر قضا واجب نہیں۔ اور جو شخص قصداً قے کرے۔ اُس پر قضا واجب ~~نہیں~~ ہے۔

روزہ میں مسواک کا حکم

عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَةَ قَالَ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مَا لَا اُحْصِیْ یَتَسَوَّكُ وَ هُوَ صَائِمٌ رواه الترمذی و ابوداؤد۔

ترجمہ:- حضرت عامر بن ربیعہؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اتنی مرتبہ روزہ کی حالت میں مسواک کرتے دیکھا ہے کہ میں شمار نہیں کر سکتا۔

روزہ میں سُرمہ لگانے کا بیان

عَنْ اَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اشْتَكَیْتُ عَیْنِیْ اَفَاَكْتَحِلُ وَ اَنَا صَائِمٌ قَالَ نَعَمْ رواه الترمذی۔

ترجمہ:- حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا! کہ میری آنکھیں دُکھتی ہیں۔ کیا روزہ کی حالت میں مَیں سُرمہ لگا لوں؟ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔

روزہ میں سر پر پانی ڈالنے کا بیان

عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ بِالْعَرْجِ یَصُبُّ عَلٰى رَاْسِهِ الْمَاءَ وَ هُوَ صَائِمٌ مِنَ الْعَطَشِ اَوْ مِنَ الْحَرِّ رواه مالك و ابوداؤد۔

ترجمہ:- نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب سے روایت ہے کہ دیکھا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام عرج میں روزہ کی حالت میں کہ سر پر پانی ڈالتے تھے، پیاس کی شدّت یا گرمی کی زیادتی کے سبب۔

بلا عذر رمضان کا روزہ نہ رکھنے کا بیان

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مَنْ اَفْطَرَ یَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ رُخْصَةٍ وَ لَا مَرَضٍ لَمْ یَقْضِ عَنْهُ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ وَ اِنْ صَامَهٗ رواه احمد والترمذی و ابوداؤد و ابن ماجة و الدارمی والبخاری فِیْ تَرْجَمَةِ بَابٍ وَ قَالَ التِّرْمِذِیُّ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا یَعْنِی الْبُخَارِیَّ یَقُوْلُ اَبُو الْمُطَوِّسِ الرَّاوِیْ لَا اَعْرِفُ لَهٗ غَیْرَ هٰذَا الْحَدِیْثِ۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص روزہ نہ رکھے رمضان میں ایک دن بغیر کسی اجازت عذر یا بیماری کے، نہیں معاوضہ ہو سکتا ہے اس کا ساری عمر روزہ رکھنا۔ یعنی اگر بغیر کسی شرعی اجازت یا رخصت کے کسی نے ایک دن کا روزہ بھی ناغہ کیا، تو ساری عمر روزہ رکھنے سے بھی اس کا بدلہ نہیں ہو سکتا۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، بخاری۔ ترمذی نے لکھا ہے۔ کہ میں نے امام بخاری سے سُنا۔ وہ کہتے تھے کہ اس حدیث ابوالمطوس کے سوا کوئی اور روایت مجھ کو نہیں ملی۔

بعض روزہ داروں کا حکم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ صِیَامِهٖ اِلَّا الظَّمَاءُ وَ كَمْ مِنْ قَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ قِیَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ رواه الدارمی۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہت سے روزہ دار ہیں کہ ان کو ان کے روزے سے سوائے پیاسا رہنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور بہت سی عبادت کرنے والے رات کے، نہیں حاصل ہوتا ان کو ان کی عبادت سے کچھ، مگر جاگنا۔ یعنی بہت سے روزہ دار اور رات کو عبادت کرنے والے لوگ ہیں جن کے روزے اور عبادت بے فائدہ ہوتی ہے اور ثواب نہیں ملتا۔

روزہ کن چیزوں سے نہیں ٹوٹتا

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ ثَلٰثٌ لَا یُفْطِرْنَ الصَّائِمَ الْحِجَامَةُ وَ الْقَیْءُ وَ الْاِحْتِلَامُ رواه الترمذی۔

ترجمہ:- حضرت ابوسعیدؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تین چیزیں ہیں جو روزے دار کے روزے کو نہیں توڑتیں۔ ایک تو سینگی کھچوانا، دوسرے قے جو خود بخود آئے اور تیسرے احتلام۔

سفر میں روزہ رکھنے کا بیان

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الْاَسْلَمِیَّ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اَصُوْمُ فِی السَّفَرِ وَ كَانَ كَثِیْرُ الصِّیَامِ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَ اِنْ شِئْتَ فَاَفْطِرْ۔ متفق علیہ۔

ترجمہ:- حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ حمزہ بن عمرو سلمیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کیا میں سفر میں روزہ رکھوں اور حمزہؓ کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ جی چاہے رکھ، اور نہ چاہے تو نہ رکھ ☆

(باقی صے پر)

خطبۂ یوم الجمعہ بکم رمضان المبارک ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۷ر فروری ۱۹۶۱ء

ازجناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی - دروازہ شیرانوالہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد:-

برکاتُ رمضانُ المبارک

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا ھَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (سورۃ البقرۃ ع ۲۳ پ ۲)۔

ترجمہ:- رمضان کا وہ مہینہ ہے۔ جس میں قرآن اُتارا گیا۔ جو لوگوں کے واسطے ہدایت ہے۔ اور ہدایت کی روشن دلیلیں۔ اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔ سو جو کوئی تم میں سے اس مہینہ کو پالے۔ تو اس کے روزے رکھے۔ اور جو کوئی بیمار یا سفر پر ہو۔ تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرے اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے۔ اور تم پر تنگی نہیں چاہتا۔ اور تاکہ گنتی پوری کرو اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو۔ اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی۔ شکر کرو۔

رمضان مبارک کی پہلی برکت

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ۔

اس مبارک مہینے میں قرآن مجید کا آسمان سے دنیا میں نزول ہوا۔ یہ تمام دنیا کے بسنے والوں کے لئے ضابطۂ حیات ہے۔ اس میں امور خانہ داری سے لے کر بادشاہی تک کیلئے قانونِ حیات موجود ہے۔

دوسری برکت

قرآن مجید ھُدًی لِّلنَّاس ہے۔ تمام بنی نوع انسان کے لئے راہنما ہے۔ ہر معاملہ من جانب اللہ سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ کوئی انسان جو اس قرآن مجید پر عمل کرے کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔

تیسری برکت

وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى

اس قرآن کے احکام واضح ترین ہیں۔ اس سے ہر انسان جو عقلمند ہو باآسانی اللہ تعالےٰ کی کلامِ پاک کا مطلب سمجھ سکتا ہے۔

چوتھی برکت

یہ قرآن مجید حق اور باطل کے درمیان فرق کرانے والا ہے۔

مثلاً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جیسے مشرک غیر اللہ کو یعنی اپنے معبودوں کو پکارا کرتے تھے اسی طرح قرآن مجید کی تعلیم سے ناواقف مسلمان حاجت روائی کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ جن رکوع ۲ میں فرمایا:-

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝

ترجمہ:- اور بے شک مسجدیں اللہ کے لئے ہیں۔ پس تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔

پانچویں برکت

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ

اللہ تعالےٰ کے فرمانبردار بندوں کو یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ جو شخص رمضان مبارک کے مہینہ میں گھر میں موجود ہو وہ ضرور روزہ رکھے۔

چھٹی برکت

قرآن مجید کے اعلان سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ جو شخص بیمار یا مسافر ہو۔ تو دوسرے دنوں میں روزوں کی قضا کر دے۔ یہ بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک سہولت رکھی گئی ہے۔

روزہ کس وقت سے شروع ہوگا

ارشاد الٰہی ہے:-

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۝ (سورۃ البقرۃ رکوع ۲۳ پارہ ۲)۔

ترجمہ:- اور کھاؤ اور پیو۔ جب تک کہ تمہارے لئے سفید دھاری، سیاہ دھاری سے فجر کے وقت صاف ظاہر ہو جائے۔

یعنی

فجر کی سفیدی نمایاں ہو جائے۔ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۝

پھر روزہ کب تک ہے

روزہ رکھے رہو۔ حتّٰی کہ رات آ جائے۔ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۝

روزہ دار کے لئے

جس طرح کھانا پینا منع ہے۔ اسی طرح عورتوں سے ملنا جلنا بھی منع ہے۔ روزہ در اصل تینوں چیزوں کی ممانعت کرتا ہے۔ یہ حکم الٰہی اس لئے واضح کر دیا گیا ہے۔ تاکہ کوئی انسان یہ نہ سمجھے کہ روزہ صرف کھانے پینے کی چیزوں سے روکتا ہے۔

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ

یہی اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیئے۔ کہ ان حدود کا لحاظ رکھے۔ تاکہ حدود الٰہیہ کے توڑنے کے باعث مجرم نہ ہو جائے۔

احادیث متعلقہ رمضان شریف

پہلی روایت

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ

فتحت ابواب السماء و فی روایۃ فتحت ابواب الجنۃ و غلقت ابواب جھنم و سلسلت الشیاطین و فی روایۃ فتحت ابواب الرحمۃ۔ متفق علیہ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب ماہ رمضان شروع ہوتا ہے۔ تو آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے۔ کہ جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور دوزخ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں۔ اور شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔

دوسری روایت

عن سھل بن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجنۃ ثمانیۃ ابواب منھا باب یسمی الریان لا یدخلہ الا الصائمون۔ متفق علیہ۔

ترجمہ:۔ سہل بن سعد سے روایت ہے۔ کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ جن میں سے ایک کا نام باب الریان ہے۔ اس دروازے میں سے روزہ رکھنے والے داخل ہوں گے۔

غور کیجئے

کہ روزہ رکھنے والوں کے لئے یہ کتنی بڑی فضیلت ہے۔ اللہ تعالے ہر مسلمان کو اس فضیلت کے حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تیسری روایت

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صام رمضان ایمانا و احتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ و من قام رمضان ایمانا و احتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ و من قام لیلۃ القدر ایمانا و احتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ متفق علیہ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس شخص نے روزہ رکھا رمضان کا عقیدت اور ایمان کے ساتھ اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے اس کے تمام پہلے گناہ بخشے جائیں گے اور جو شخص کھڑا ہوا۔ یعنی عبادت کی، تراویح پڑھیں اور شب قدر کو جاگا۔ درآنحالیکہ اس میں ایمان ہو۔ اور طلب ثواب کی خاطر۔ اس کے پہلے گناہ سب بخش دیئے جائیں گے۔

چوتھی روایت

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل عمل بنی آدم یضاعف الحسنۃ بعشر امثالھا الی سبعمأتہ ضعف قال اللہ تعالیٰ الا الصوم فانہ لی و انا اجزی بہ یدع شھوتہ و طعامہ من اجلی للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہ و فرحۃ عند لقاء ربہ ولخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک والصیام جنۃ و اذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث و لا یصخب فان سابہ احد او قاتلہ فلیقل انی امرء صائم۔ متفق علیہ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کے ہر نیک عمل کو ثواب میں زیادہ کیا جاتا ہے۔ اس طرح کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے یہاں تک کہ سات سو گنا تک۔ اللہ تعالے نے فرمایا۔ کہ روزہ کا ثواب اس سے بھی بالاتر ہے۔ اس لئے کہ یہ صرف میرے لئے ہے۔ اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا۔ روزہ صرف میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا۔ (روزہ دار) اپنی خواہشات کو چھوڑتا ہے، اور اپنے کھانے کو صرف میری خوشی کے لئے۔ اور روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک خوشی روزہ کھولنے کے وقت۔ اور دوسری خوشی اپنے پروردگار سے ملاقات کے وقت۔ اور روزہ دار کے منہ کی بو خدا کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہوتی ہے۔ اور روزہ ڈھال ہے اور جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو۔ تو وہ فحش باتیں نہ کرے۔ اور نہ بیہودگی سے چلائے۔ اور اگر کوئی اس کو برا کہے یا کوئی اس سے لڑنے کا ارادہ کرے تو وہ اس سے کہہ دے کہ میں ... روزہ دار ہوں۔

پانچویں روایت

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان اول لیلۃ من شھر رمضان صفدت الشیاطین و مردۃ الجن و غلقت ابواب النار فلم یفتح منھا باب و فتحت ابواب الجنۃ فلم یغلق منھا باب و ینادی مناد یا باغی الخیر اقبل و یا باغی الشر اقصر و للہ عتقاء من النار و ذالک کل لیلۃ رواہ الترمذی و ابن ماجۃ و رواہ احمد۔ عن رجل و قال الترمذی ھذا حدیث غریب۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس وقت رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے۔ قید کر دیئے جاتے ہیں شیطان اور سرکش جن۔ اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور نہیں کھولا جاتا دوزخ کا کوئی دروازہ۔ اور جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور اس کا کوئی دروازہ بند نہیں رکھا جاتا۔ اور ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے۔ یہ کہ اے نیکی کے طالب نیکی کی طرف متوجہ ہو۔ اور اے برائی کا ارادہ رکھنے والے برائی سے باز آ۔ اور اللہ (تعالیٰ) آزاد کرتا ہے اس مبارک مہینہ میں دوزخ سے بہت سے لوگوں کو۔ اور ایسا ہر رات کو ہوتا ہے۔

چھٹی روایت

عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الصیام والقرآن یشفعان للعبد یقول الصیام ای رب انی منعتہ الطعام والشھوات بالنہار فشفعنی فیہ و یقول القرآن منعتہ النوم باللیل فشفعنی فیہ فیشفعان۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ رمضان اور قرآن بندہ کی سفارش کریں گے روزہ کہے گا۔ اے اللہ تعالےٰ میں نے اس کو کھانے اور خواہشات سے دن میں روکے رکھا۔ پس اس کے لئے میری سفارش کو قبول فرما۔ اور قرآن یہ کہیگا۔ کہ میں نے اس کو رات کی نیند سے باز رکھا۔ پس اس کے حق میں تو میری سفارش قبول کر۔ پس ان کی سفارشیں قبول کی جائینگی۔

بقیہ:

احادیث الرسولؐ

(صہ سے آگے)

سفر میں روزہ رکھنا

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِسِتَّ عَشَرَۃَ مَضَتْ مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ فَمِنَّا مَنْ صَامَ وَمِنَّا مَنْ اَفْطَرَ فَلَمْ یَعِبِ الصَّائِمُ عَلَی الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَی الصَّائِمِ رواہ مسلم۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں۔ کہ ہم سولھویں تاریخ رمضان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کو روانہ ہوئے۔ ہم میں سے بعض نے (جو قوی تھے) روزہ رکھا۔ اور بعض نے (جو کمزور تھے) روزہ نہیں رکھا۔ نہ برا کہا روزہ دار نے بے روزہ کو۔ اور نہ بے روزہ نے روزہ دار کو۔

بقیہ:

رمضان اور جہاد

(صہ۳ سے آگے)

لیکن تھوکنے کے بعد میرے نفس نے بھی قتل کرنے میں خوشی محسوس کی۔ میں نے اللہ تعالےٰ کے حکم میں نفس کو شریک کرنا نہ چاہا۔ اس لئے تم کو چھوڑ دیا۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کیا احسان و اخلاص تھا۔ جب ان حضرات کو جہاد کی اجازت ہوئی تو فرشتے ان کے شامل حال ہو کر لڑنے لگے۔ اور بدر کی پہلی جنگ جس نے تاریخ کا رخ موڑ دیا، وہ اسی رمضان المبارک میں ہوئی۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نفوسِ قدسیہ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے نفسانی آلائشوں سے پاک ہو چکے تھے۔ مگر اسلام نے بعضوں کو پاک کرنے اور بعض کی پاکیزگی کو قائم و دائم رکھنے کے لئے روزے اور نماز وغیرہ کی ریاضتیں مقرر فرما دیں۔

کیونکہ انسان نفس و شیطان کے درمیان گھیرا ہوا ہے۔ یہ اپنے انجام سے ناواقف اور خطرہ سے دوچار ہے اس لئے اس کو جہاد اصغر یعنی تلوار کے جہاد کے سوا جہاد اکبر یعنی نفس کی خواہشوں کے خلاف ہمیشہ جہاد کرنے کا پابند کیا گیا ہے اور جب نفسانی خواہش نہ ہو گی تب جہاد بالسیف (جنگ)، محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہو سکے گی۔

مسلمان غازیوں کو رمضان کے روزے بھوک اور پیاس برداشت کرنے کی عادت ڈالتے ہیں۔ آج کی مادی طاقتیں اور دنیوی حکومتیں بھی فوج کو جفاکش رکھنے کی کوشش کرتی ہیں۔ مگر نفس کی آلائشوں سے پاکی کہاں سے لائیں۔ یہ نعمت تو صرف اسلام کی برکت سے ملتی ہے اور چند مستثنیات کو چھوڑ کر عام حالات میں بے لوث خدمتِ دین اور بے ریا نفع مسلمین کا جذبہ اہل اللہ کی صحبت کے بغیر میسر نہیں ہوتا۔ خاصکر اس دورِ پرفتن میں جب کہ چاروں طرف سے الحاد و مادیت کا طوفان امنڈ رہا ہے۔ سکونِ قلب (دلی تسلی)، کا سامان اگر ہے تو مساجد اور اہل اللہ کی مجالس میں ہے۔

اللہ تعالےٰ توفیق بخشیں۔ کہ اس مبارک ماہ رمضان میں ہم نفس کے غلبہ کو توڑ سکیں۔ دن کو روزے رکھیں۔ رات کو نماز میں قرآن سنیں اور گناہوں سے توبہ کریں۔ اللہ تعالےٰ کے سامنے گڑگڑائیں کہ وہی مقلب القلوب و ستار العیوب اور غفار الذنوب ہے۔

برادرانِ اسلام! اسلام ہتھیاروں اور سامانِ جنگ کی تیاری سے نہیں روکتا۔ بلکہ تیاری کرنے کو فرض قرار دیتا ہے۔ مگر آپ جتنی بھی تیاری کریں گے دنیائے کفر کی مادی تیاری اس سے زیادہ ہو گی۔ تاریخ اسلام اس پر گواہ ہے۔

پھر مسلمانوں نے کیونکر صدیوں تک دنیا کے بڑے اور متمدن حصہ پر حکمرانی کی؟ اس کی وجہ صرف یہ تھی۔ کہ وہ سازو سامان کی حتی المقدور تیاری رکھتے تھے۔ اگرچہ یہ تیاری دشمن کے مقابلہ میں بہت کم ہوتی تھی۔ مگر ان کا جذبۂ جہاد، موت سے پیار، جنت کا شوق، اللہ تعالیٰ کی رضا کا ولولہ اور حیاتِ ابدی کا تصور، ان کی فتوحات اور اخلاقی برتری کا ضامن تھا۔ سپاہی ان کے زورِ شمشیر کے قائل اور رعایا ان کے اخلاق سے گھائل تھی۔

اللہ تعالیٰ اس مبارک ماہ کی برکت سے مسلمانان پاکستان پر بھی اپنی رحمتیں اور نصرتیں نازل فرمائے اور اللہ تبارک تعالےٰ الجزائر کے مسلمانوں کی غیبی مدد فرمائے۔ جو عرصہ سات سال سے مصروفِ جہاد ہیں۔ وہ بیوی بچوں اور جانوں کی پرواہ کئے بغیر میدانِ جہاد میں ڈٹے ہوئے آج بھی مادی دنیا کو انگشت بدنداں کئے ہوئے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ انْصُرْ عِبَادَکَ الضُّعَفَاءَ۔ آمین

تصحیح!!!

۱۷ر فروری کی اشاعت کے صفحہ۹ کالم۲ اور سطر۱۱ میں کتابت کی غلطی سے والاحبار کا والابصار لکھا گیا ہے۔ تصیح فرما لیں۔ اصل لفظ والاحبار ہے۔ (ادارہ)

جناب ایم عبدالرحمٰن لودھیانوی (شیخوپورہ)

مسئلہ تراویح پر ایک نظر

تراویح اور تہجد

جُدا جُدا نمازیں ہیں!

تراویح اور تہجد دو الگ الگ چیزیں ہیں مگر ہمارے بعض احباب ان دونوں کو ایک ہی چیز سمجھتے ہیں اور آپس میں تراویح کی تعداد پر جھگڑتے رہتے ہیں اور آٹھ یا بیس تراویح پڑھنے والے ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کرتے رہتے ہیں۔ ذیل میں روایات اور شواہد احادیث سے بلا تعصب اور طنز دیانتدارانہ پیش کئے جاتے ہیں تاکہ اس مسئلہ کی صحیح تحقیق ہو جائے:

(۱) ابتدائے اسلام میں تہجد کی نماز پوری امت پر فرض تھی اور ایک سال تک فرض رہی۔ اس کے بعد تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ اب صرف تطوعاً (نفلی) یہ حکم باقی ہے لیکن اس کے لئے کسی خاص مہینہ اور وقت کی قید نہیں لگائی گئی بلکہ وہ رمضان اور غیر رمضان میں یکساں حیثیت سے رہا۔

ابوداؤد کی روایت ہے:

قَالَ قُلْتُ حَدِّثِيْنِيْ عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ قَالَتْ لَسْتَ تَقْرَأُ يَاۤ أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ؟ قَالَ قُلْتُ بَلٰى.

یعنی راوی نے عائشہ صدیقہ سے عرض کیا کہ آنحضرت کے قیام کے بارہ میں بتلایئے۔ عائشہ صدیقہ نے فرمایا: کیا تو یا ایہا المزمل نہیں پڑھتا؟ میں نے کہا پڑھتا ہوں۔ فرمایا جب اول اس کا نزول ہوا تو صحابہؓ نے قیام لیل کیا۔ یہاں تک کہ ان کے پاؤں متورم ہو گئے۔ یہ حکم بارہ مہینہ جاری رہا۔ پھر اس سورہ مزمل کے خاتمہ پر اللہ تعالیٰ نے دوسرا حکم نازل فرمایا۔ پھر یہ قیام لیل فرض سے نفل ہو گیا۔

عائشہ صدیقہؓ کی روایت صاف بتلا رہی ہے کہ تہجد ہجرت سے پہلے تطوعاً (نفلی طور پر) مشروع ہو چکا تھا اور اس پر صحابہ کرامؓ رمضان و غیر رمضان میں عمل کرتے تھے۔

تراویح کا اس وقت کوئی وجود نہ تھا۔ ہجرت کے بعد جب رمضان کے روزے فرض ہوئے اس وقت حضور علیہ السلام نے ایک خطبہ دیا اور اس میں فرمایا:

جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً وَّ قِيَامَهٗ تَطَوُّعًا.

یہ روایت کے الفاظ کہہ رہے ہیں کہ اس خاص مہینہ (رمضان) میں تم پہ روزے فرض کئے گئے اور اس کے علاوہ بطور نفل قیام بھی مقرر کیا گیا۔

اس روایت کو اس بات کے بتلانے میں ہرگز کوئی دخل نہیں کہ پہلے سے جو تہجد کی نماز چلی آ رہی تھی وہ بھی رمضان کی راتوں میں نفل قرار دی گئی۔ جو چیز پہلے ہی موجود ہو اس کے ذکر کا انداز ہی جدا ہوتا ہے۔ یہاں تو دو نئی چیزیں اور نئی ذمہ داریوں کی تشریح کرنا مقصود ہے:

ایک فرض ہے اس لئے اس کو علیحدہ ذکر کیا اور دوسرا نفل تھا۔ اس لئے اس کو ایک جملہ ہونے کے باوجود مستقل طور سے ذکر کیا۔

پھر اس سلسلہ میں ابن ماجہ کی روایت بھی بے حد اہم ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهٗ وَ سَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهٗ.

یہ روایت اس بات کو بالکل واضح کر دیتی ہے کہ تہجد اور تراویح دو جداگانہ حقیقتیں ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ ان کے احکام اور حیثیتیں بھی جدا جدا ہیں اور ان کی مشروعیت کے وجوہ اور اس کے پس منظر بھی مختلف ہیں۔ روزے خدا کی طرف سے فرض کئے گئے اور تہجد اس سے بھی پیشتر خدا کی طرف سے مشروع ہوا اور یہاں حضورؐ فرما رہے ہیں:

سَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهٗ.

نبی علیہ السلام تہجد کی نماز ہمیشہ تنہا پڑھا کرتے تھے اور رات کے آخری حصہ میں ادا فرماتے تھے اور کبھی آپ نے تہجد کی نماز پوری رات نہیں پڑھی بخلاف تراویح کے، اس میں آپ نے جماعت کا اہتمام کیا۔ رات کے شروع حصہ میں پڑھی اور بعض مرتبہ پوری رات میں ختم کی۔

ان باتوں سے بھی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ تراویح اور تہجد دو جداگانہ حقیقتیں ہیں۔

عائشہ صدیقہؓ کی روایت بتلا رہی ہے کہ حضورؐ تہجد کی نماز کی خاطر تمام رات کبھی نہیں جاگے۔ کہتی ہیں:

وَ لَاۤ اَعْلَمُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ فِيْ لَيْلَةٍ وَّاحِدَةٍ وَ لَا صَلّٰى لَيْلَةً اِلَى الصُّبْحِ

(ترجمہ) اور میں نہیں جانتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات میں سارا قرآن پڑھا ہو اور نہ ہی آپ نے کسی رات نماز صبح تک پڑھی۔)

یقیناً یہ بیان نماز تہجد کے بارہ میں ہے، ورنہ ابوذرؓ کی روایت سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تراویح آپؐ نے صبح تک بھی پڑھی ہے۔

نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ عائشہ صدیقہؓ کی روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ السلام رمضان اور غیر رمضان میں ہر رات گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور پڑھنے کی صورت یہ تھی کہ چار رکعت پڑھی پھر سو گئے۔ پھر چار رکعت پڑھی اور سو گئے۔ پھر تین وتر ادا کئے۔

اس سلسلہ میں امام بخاریؒ نے حضرت عمرؓ کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابیؓ تراویح پڑھا رہے تھے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:

اَلَّتِيْ تَنَامُوْنَ عَنْهَاۤ اَفْضَلُ مِنَ الَّتِيْ تَقُوْمُوْنَ.

(ترجمہ) وہ نماز جس سے تم غافل ہو جاتے ہو اور اس وقت سو رہتے ہو اس نماز سے بہتر ہے جو رات کے ابتدائی حصہ میں ادا کر رہے ہو۔

اور عمر فاروقؓ کو یہ کہنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ لوگ تراویح پڑھ کر سو جاتے تھے اور پھر آخر رات میں تہجد کے لئے نہیں اٹھتے تھے حالانکہ اس وقت کی افضلیت مسلم ہے۔ عمر فاروقؓ

نے صحابہؓ کو تہجد کی رغبت اور شوق دلانے کی خاطر ایسا کیا ہے۔

قیس بن طلق سے روایت ہے

فَلَمَّا زَارَنَا طَلْقُ بْنُ عَلِیٍّؓ فِی یَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ ــــ الخ

اس سے ظاہر ہوا کہ طلق بن علی نے لوگوں کی معیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں تراویح ادا کی اور وتر بھی اس کے ساتھ پڑھے اور پھر اپنی مسجد میں تہجد پڑھی اور اس کے ساتھ وتر نہیں پڑھے۔

تعداد رکعات تراویح کو

رسول اللہؐ نے محدود نہیں فرمایا

تراویح کے بارہ میں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ حضور علیہ السلام نے عدد تراویح کو قولاً محدود نہیں فرمایا مطلقاً صلوٰۃِ تراویح کی رغبت دلائی ہے اور قاعدہ ہے کہ مطلق اپنے اطلاق پر باقی رہتا ہے۔ بنا بریں نماز کسی بھی عدد کے ساتھ ادا کر دی جائے تو ہو جائے گی اور کسی خاص عدد کی پابندی نہ ہو گی جیسا کہ حضورؐ کا ارشاد ہے:

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ [illegible]

(ترجمہ) جو شخص رمضان میں خلوص نیت کے ساتھ امید ثواب کی غرض سے قیام کرے اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

تراویح کی تحدید و تعین رکعات کے لئے حضورؐ کے عمل کو دیکھنا پڑے گا کہ حضورؐ نے تراویح کی کتنی رکعتیں ادا فرمائی ہیں۔ آپؐ کے عمل سے مختلف اعداد معلوم ہوتے ہیں۔

جابر ابن عبد اللہؓ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریمؐ نے گیارہ رکعتیں ادا فرمائیں۔ نبی کریمؐ نے صحابہؓ کے ہمراہ آٹھ رکعتیں پڑھیں اور وتر ادا فرمائے۔ پھر صحابہؓ نے اگلی رات انتظار کیا مگر حضورؐ تشریف نہ لائے لیکن اس روایت سے یہ تحدید نہیں کر سکتے کہ تراویح کی آٹھ ہی رکعتیں ہیں کیونکہ جابر ابن عبد اللہؓ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپؐ ہر روز ۱۱ رکعتیں مع وتر کے ادا کیں۔ کیونکہ جابر بن عبد اللہؓ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپؐ نے ہر روز گیارہ رکعتیں مع وتر کے ادا کیں

بلکہ یہ ایک روز کی نماز باجماعت کا ذکر ہے دوسری روایتوں سے گیارہ سے زیادہ منقول ہیں۔

ابن ابی شیبہؒ نے اپنے مسند میں حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ حضورؐ رمضان میں علاوہ وتر کے بیس رکعتیں پڑھتے تھے۔

اعمش زید بن وہب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے تھے اور بیس رکعات ہی کا حکم فرماتے تھے ظاہر ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابیؓ جن کے بارہ میں خود حضورؐ کا ارشاد ہے۔

تَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ

(ترجمہ) ابن مسعودؓ کی وصیت پر عمل کرو۔ جو ہرگز حضورؐ کے قول و فعل کے دیکھے یا سنے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتے تھے چہ جائیکہ اس کا حکم دیتے اور پھر کسی صحابیؓ نے ان پر اعتراض نہیں کیا کہ تراویح کی بیس رکعتیں غلط ہیں بلکہ جن صحابہؓ کے علم میں حضورؐ کا بیس تراویح کا فعل نہیں تھا۔ انہوں نے ابن مسعودؓ کی توثیق کی اور بیس رکعات پر متفق ہو گئے۔

حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور دیگر اکابر صحابہؓ بیس رکعات پر متفق ہو گئے اور حضرت عمرؓ نے باضابطہ تمام اصحاب کو بیس رکعت تراویح کا حکم دیا۔

بات کو مختصراً یوں سمجھنا چاہئے کہ روایات سے بیس رکعت تراویح تک کا ثبوت ہے۔ اور ابن عباسؓ کی روایت اس بات کی تصریح کر رہی ہے کہ حضورؐ کا آخری عمل بیس رکعت تراویح تھا۔

مسند ابن ابی شیبہ میں حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ۔

(بحوالہ التعلیق الصبیح ج ۲ ص ۱۰)

بہرکیف اگر حدیث جابرؓ میں آٹھ رکعات کا ذکر ہے تو حدیث ابن عباسؓ بیس کی تصریح کر رہی ہے اور کوئی تعجب نہیں کہ عمر فاروقؓ کا اول آٹھ رکعت پر آخر الامر بیس رکعات تراویح پر ابی بن کعبؓ کو مامور فرمانا حضورؐ کے اسی اسوۂ حسنہ کی پیروی ہو۔ پھر صحابہؓ کا اس عمل کو قبول کرنا اور ہمیشہ کے لئے اسی پر بلا کسی نکیر و اعتراض پابندی کرنا اس امر کی

کھلی دلیل ہے کہ یہ عدد ہرگز خلاف سنت نہیں۔ صحابہ کا اجماع خود ایک مستقل دلیل شرعی ہے۔ فاروق اعظمؓ کا طریقہ واجب التعمیل ہے بفرمان نبویؐ:

اِقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ اَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ

(ترجمہ) ان دو کی اقتدا کرو جو میرے بعد ہوں گے۔

اور

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ۔

(ترجمہ) تم پر میری سنت پر عمل کرنا اور ان خلفاء کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے کہ جو دوسروں کو ہدایت کرنے والے ہیں۔ اور خود بھی ہدایت یافتہ ہیں۔

مطلب یہ ہوا کہ حضورؐ نے اپنے بعد اپنے خلفاء کے طریقہ اور حکم پر چلنے کی تلقین فرمائی اور خلفاء کے طریقہ کو بھی "سنت" سے تعبیر کیا۔ لہٰذا خلفائے راشدین اور صحابہؓ کی جماعت جس امر پر متفق ہو جائے گی اس کی تعمیل اور اقتداء بھی امت پر ضروری ہو گی۔

اور جب حضورؐ کے کسی قول یا فعل کے بارہ میں مختلف روایتیں ہوں گی تو پھر بھی یہی دیکھا جائیگا کہ صحابہؓ اور خلفاء کا کس فعل یا کس قول پر اجماع اور اتفاق ہے۔ حضورؐ کے جس قول یا فعل پر صحابہ کرام متفق ہو جائیں گے امت پر اسکی تعمیل ضروری ہو گی۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں باقاعدہ ائمہ کو بیس رکعت تراویح کی ہدایت کر دی گئی تھی اور تمام صحابہؓ بیس رکعت پڑھتے تھے۔ صحابہؓ کے اجماع کے بعد اس بات کی گنجائش نہیں رہتی کہ بیس سے کم یا زیادہ رکعتیں پڑھی جائیں اور دیسے بھی عقل کا تقاضا یہی ہے کہ ایسی صورت میں جب کہ کسی کام کے متعلق مختلف احکام منقول اور ثابت ہوں تو زیادہ پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ بیس کی ادائیگی کی صورت میں آٹھ یقیناً ادا ہو جائیں گی لیکن آٹھ ادا کرنے کی صورت میں بیس کی ادائیگی کا کوئی امکان ہی نہیں رہتا۔ احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے کہ بیس رکعات ادا کی جائیں کیونکہ اگر بیس رکعات کے وجوب پر کوئی واضح اور قطعی دلیل نہ بھی ہو (اگرچہ ایسا نہیں) تو اس سے تو کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا کہ بیس رکعت بھی پڑھی گئی ہیں تو جب حضورؐ اور صحابہؓ سے ایک ہی عبادت میں مختلف تعداد ثابت ہو گئی تو بہتر

اور محتاط طریقہ یہی ہے کہ زیادہ کو اختیار کیا جائے۔

(حضرت مولانا محمد میاں صاحب صدیقی مدظلہ)

مقدار رکعات تراویح کسی صحیح حدیث میں نہیں پائی جاتی۔

حضرت جابرؓ کی روایت جو آٹھ رکعات پر دلالت کرتی ہے اس میں یوسف قمی ایک راوی ہے جو عند المحدثین متکلم فیہ ہے اور ایک راوی عیسیٰ بن جاریہ ہے جس کے متعلق ابن معین فرماتے ہیں۔

عِنْدَہٗ مَنَاکِیْرُ

(اس کی روائتیں غیر مقبول ہیں)

اور پھر فرمایا

لَیْسَ بِذَاکَ

(قوت کے مرتبہ پر نہیں ہے)

اور ابوداؤد نے بھی اس کو

مُنْکَرُ الْحَدِیْثِ

کہا ہے اور ساجی اور عقیلی نے اسے ضعفا میں شمار کیا ہے اور ابن عدی نے فرمایا ہے

اَحَادِیْثُ غَیْرُ مَحْفُوْظٍ

(اس کی حدیثیں صحیح نہیں ہیں)

(تہذیب التہذیب جلد ۸ صفحہ ۲۰۸)

اتنی شدید ترین جرح کے ہوتے ہوئے روایت قابل اعتبار نہیں ہو سکتی۔

ایک روایت حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے جس میں ذکر ہے کہ حضورؐ نے بیس رکعات نماز تراویح پڑھائی لیکن اس کی سند میں ابراہیم ابن ابی شیبہ ایک راوی ہے اور وہ بالاتفاق ضعیف ہے البتہ اس روایت کی واقعیت کو صحابہؓ کرام کا عمل ثابت کرتا ہے اور سلسلہ اسناد کا ضعف بعد میں پیدا ہوا۔ اسی لئے امام الائمہ حضرت امام ابو حنیفہؒ قاضی ابو یوسفؒ کے پوچھنے پر کہ حضرت عمر فاروقؓ نے بیس رکعات کا اعلان کس دلیل سے فرمایا جواب میں فرماتے ہیں:

مَاکَانَ عُمَرُ مُبْتَدِعًا

(حضرت عمرؓ بدعتی نہیں تھے)

تو معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کے وقت اس کا ماخذ ضرور تھا مگر بعد میں اسناد کے اعتبار سے ضعف آ گیا۔

قیام لیل

فی رمضان و غیر رمضان

(۱) نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ عائشہ صدیقہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں ہر شب گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور پڑھنے کی صورت یہ تھی کہ چار رکعت پڑھیں پھر سو گئے پھر چار رکعت پڑھیں اور سو گئے پھر تین وتر ادا کئے۔

(۲) حضرت عائشہؓ کہتی ہیں رسول اکرمؐ شب میں تیرہ رکعتیں پڑھتے انہیں میں وتر اور سنت فجر داخل ہیں۔

(۳) حضرت مسروقؒ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہؓ سے حضورؐ کی نماز شب کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ فجر کی سنتوں کے علاوہ سات، نو اور گیارہ رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے۔

(۴) حضرت عائشہؓ کہتی ہیں نبی اکرمؐ شب کی نماز کا افتتاح دو خفیف رکعتوں سے فرمایا کرتے تھے۔

(۵) حضرت عائشہؓ کہتی ہیں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام عشاء کی نماز سے لے کر فجر تک ۱۱ رکعتیں پڑھتے سب کا سلام دو دو کے بعد پھیرتے اور آخر میں ایک رکعت پڑھ کر وتر فرما دیتے۔ اور اس نماز کا سجدہ اس قدر طویل ہوتا کہ جس قدر تم میں سے کوئی شخص پچاس آیتیں پڑھے۔ پس جب مؤذن فجر کی اذان سے فارغ ہو جاتا اور صبح صادق ہو جاتی۔ اس وقت آپ دو رکعتیں خفیف طریقہ پر پڑھ لیتے اور کچھ آرام کے واسطے لیٹ جاتے۔ حتیٰ کہ مؤذن آ کر آپؐ کو اقامت نماز کے واسطے لیجاتا اور آپؐ باہر تشریف لیجاتے (مشکوٰۃ)

صرف ماہ رمضان میں قیام شب

(۱) حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں چٹائیوں کا ایک حجرہ تیار کیا اور اکثر راتوں میں حضورؐ اس کے اندر نماز ادا فرماتے رہے۔ ایک مرتبہ لوگوں کا اجتماع زیادہ ہو گیا اور آپ کو بہت دیر ہو گئی اور نہ آپؐ کی کوئی آواز سنائی دی۔ اس وجہ سے لوگوں نے مسجد میں کھانسنا شروع کیا تاکہ آپؐ باہر تشریف لے آئیں اتنے میں حضورؐ باہر تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا کہ تم لوگ یہ حرکت کیوں کرتے ہو؟ مجھ کو خوف ہے کہ کہیں تم پر فرض نہ ہو جائے۔ اگر تم پر فرض کر دی گئی تو پھر تم اس کو ادا نہ کر سکو گے۔ لوگو! تمہارے واسطے بہتر ہے کہ علاوہ فرضوں کے بقایا نمازیں اپنے مکانوں میں ادا کر لیا کرو۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو رمضان میں نماز پڑھنے کا حکم فرمایا کرتے تھے لیکن نہ زیادہ تشدد کے ساتھ اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے ثواب اور خدا کی رضامندی کے واسطے رمضان میں نماز تراویح ادا کی۔ اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہ معاف کر دے گا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے پاس تشریف لے گئے اور حضورؐ کے بعد بھی یہی حالت رہی۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں بھی یہی حالت رہی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی ابتدا میں بھی یہی صورت رہی۔

(۳) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روزہ رکھا لیکن حضورؐ نے تراویح وغیرہ کچھ بھی نہیں پڑھیں لیکن جب سات روزے باقی رہ گئے تو آپؐ نے نماز ادا فرمائی حتیٰ کہ شب کا تہائی حصہ گزر گیا پھر جب ۶ راتیں رہ گئیں تو آپؐ نے نہیں پڑھیں۔ پھر جب پانچ راتیں رہ گئیں تو آپ نے پڑھیں اور رات کا نصف حصہ گزر گیا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کاش امشب ہم یہی نفل جاری رکھتے۔ حضورؐ نے فرمایا جب کوئی شخص امام کے ہمراہ نماز ادا کرتا ہے تو اس کو وہ نماز تمام شب کے لیئے کافی ہوتی ہے۔

الغرض جب چار راتیں رہ گئیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ رات کے تین حصے گزر گئے۔

جب تین راتیں رہ گئیں تو آپؐ نے اپنی تمام اہل اور دیگر اشخاص کو جمع فرمایا اور نماز شروع کی اور اس قدر عرصہ میں پڑھی کہ ہم کو یہ خوف ہو گیا کہ کہیں سحر کی نماز نہ فوت ہو جائے۔ پھر حضورؐ نے نماز نہیں پڑھی۔

دوسری روایت میں:

"پھر نہیں پڑھی"

کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

(۴) حضرت عبدالرحمٰن ابن عبدالقاریؓ کا بیان ہے۔ کہ میں حضرت عمر ابن الخطابؓ کے ہمراہ ماہ رمضان میں مسجد کو گیا (کیا دیکھتا ہوں) کہ ہر شخص علیحدہ علیحدہ نماز پڑھ رہا ہے۔ ایک یہاں، دوسرا وہاں، تیسرا ادھر

چونکہ ادھر۔ اور کچھ لوگ جماعت کے ہمراہ ادا کر رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ اگر میں ان ایک ہی امام کے پیچھے مجتمع کر دوں۔ تو زیادہ بہتر ہے۔ لہٰذا اس امر کا پختہ ارادہ کر کے سب کو حضرت ابیؓ ابن کعب کے پیچھے مجتمع کر دیا۔ راوی کہتے ہیں۔ کہ پھر ہم دوسری شب (مسجد کو گئے) تو دیکھا کہ سب لوگ ایک امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ کہنے لگے۔ کہ یہ بدعت بہت اچھی ہے۔ جو لوگ سو جاتے ہیں۔ وہ اوّل شب میں ادا کرنے والوں سے افضل ہیں۔ (آپ کا مقصود یہ تھا۔ کہ اوّل شب میں پڑھنا افضل نہیں۔ جتنا آخر میں افضل ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اوّل شب میں ادا کر رہے تھے۔

(۵) حضرت سائب ابن زیدؓ کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے ابی ابن کعب اور تمیم داری کو یہ حکم دیا تھا۔ کہ رمضان میں اکیس ۲۱ رکعتیں لوگوں کو پڑھایا کریں۔ لہٰذا وہ لوگ سو آیتوں والی سورتوں کو پڑھتے۔ حتیٰ کہ ہم لکڑیوں وغیرہ پر تکیہ لگایا کرتے۔ جب ہم نماز سے واپس ہوتے۔ تو فجر کا وقت قریب ہوتا تھا۔ (مشکوٰۃ باب قیام رمضان)

مسئلہ تراویح کے متعلق

بزرگان اُمت کے زریں اقوال

شاہد اوّل

حضرت عائشہؓ جس میں ابو سلمہ آنحضرتؐ کی خصوصی نماز رمضان کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ اور حضرت عائشہ جواب میں فرماتی ہیں۔ "کَانَ یَزِیْدُ فِی رَمَضَانَ وَلَا فِی غَیْرِہٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً"۔

(ترجمہ) آنحضرتؐ تمام سال گیارہ رکعات پڑھا کرتے تھے۔

تو حضرت عائشہؓ کے علم میں اگر حضورؐ کی نماز تراویح کی کوئی خاص تعداد جداگانہ ہوتی۔ تو سوال کے مطابق جواب میں تراویح رمضان کی تعداد بیان فرماتیں۔ نہ سارے سال کی نماز کا بیان۔

اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ رمضان کے متعلق کوئی تعیّن رکعات خصوصی طور پر نبی کریمؐ سے معہود نہیں تھا۔ ورنہ حضرت عائشہ ضرور بیان فرماتیں۔

شاہد دوم

امام بخاری ابواب تہجد میں ایک باب بعنوان (قیام النبی علیہ السلام باللّیل فی رمضان وغیرہ) منعقد فرماتے ہیں۔

اور اس باب کے تحت میں مذکورہ بالا حضرت عائشہ والی حدیث نقل فرماتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوا۔ کہ یہ نماز تہجد ہے جو سارا سال برابر حضور علیہ السلام پڑھا کرتے تھے۔

اب اس حدیث کو تہجد کے علاوہ نماز تراویح پر منطبق کرنا امام بخاریؒ جیسے امام المحدثین کی تغلیط ہے۔

شاہد سوم

حجۃ الاسلام حافظ ابن تیمیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:۔

جو شخص یہ گمان کرے۔ کہ نبی کریمؐ سے نماز تراویح کے بارے میں کوئی تعداد معیّن مسنون ہے۔ کہ اس سے کم یا زیادہ خلاف سنت ہو تو اس نے سخت غلطی کھائی۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ صفحہ ۲۶ جلد ۱)

شاہد چہارم

علامہ شوکانی فرماتے ہیں:۔

خلاصہ یہ ہے۔ کہ تمام احادیث جو کہ قیام رمضان کے متعلق ہیں۔ ان سے ثابت یہ ہوتا ہے۔ کہ تراویح کا پڑھنا مسنون ہے۔ خواہ باجماعت ہو یا بلا جماعت۔ لیکن نماز تراویح کی رکعات کے لئے تعداد معیّن کرنے پر کوئی حدیث مرفوع قولی یا عملی ذخیرۂ حدیث میں نہیں ملتی۔ نیل الاوطار صفحہ ۵۳ جلد ۳

شاہد پنجم

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:۔

تمام احادیث خواہ صحیح ہوں۔ یا حسن یا ضعیف، فقط قیام رمضان پر دال ہیں۔ اور تعیّن رکعات نبی کریمؐ سے کہیں بھی نہیں الحاوی للفتاویٰ ص ۳۴۷ جلد ۱

اور صفحہ ۳۴۸ جلد ۱ میں فرمایا۔ کہ اگر نبی کریمؐ علیہ السلام کے فعل سے کوئی عدد معیّن ثابت ہوتا۔ تو صحابہ کبھی اختلاف نہ کرتے۔

شاہد ششم

مُلّا علی قاری مکّی فرماتے ہیں:۔

نبی کریمؐ علیہ السلام سے تراویح کے بارے میں کوئی عدد معیّن منقول نہیں ورنہ زیادتی اور کمی جائز نہ ہوتی۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۱۷۵ جلد ۲

شاہد ہفتم

حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:۔

نبی کریم علیہ السلام نے رکعات تراویح کے بارے میں کوئی حد معیّن نہیں فرمائی کہ اس پر زیادتی ناجائز ہو۔

فتح الملہم شرح صحیح مسلم ص ۳۱۹ جلد ۲

حضرات! حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت کے متعلق اکابر محدثین کی تحقیق مذکور ہو چکی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ان اکابر کے نزدیک حضرت عائشہؓ کی آٹھ رکعت والی روایت تراویح کے لئے نص نہیں ہے۔ ورنہ ائمہ حدیث کبھی یہ فیصلہ نہ فرماتے۔ کہ نبی کریمؐ سے تراویح کا عدد معیّن ثابت نہیں۔

شیخ ابن ہمام اور مولانا عبدالحی لکھنوی کا اختلاف، اختلاف فی النظر ہے۔ کہ انہوں نے صلوٰۃ لیل اور قیام رمضان کو ایک تصوّر فرمایا۔ اور اسی بناء پر آٹھ رکعت کو سنت نبیؐ اور باقی بارہ کو سنت خلفاء قرار دیا مگر اختلاف فی المحل نہیں ہے۔ اس لئے کہ عمل ان کا بھی بیس کا ہے۔

حضرت علامہ سیّد انور شاہ صاحب کشمیریؒ عرف الشذی صفحہ ۳۰۳ میں فرماتے ہیں۔ کہ ابن ہمام کا فعل النبی کو سنّت اور فعل خلفاء کو مستحب کہنا یہ ان کا تفرد ہے۔ ان سے قبل کسی نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ ہر دو فعل سنّت شرعیہ ہیں۔

خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ نے جب تراویح کی جماعت کا انتظام کیا۔ تو کتنی رکعت مقرر کیں۔

یہ امر اہل علم کے نزدیک واضح ہے۔ کہ عہد عمرؓ میں تراویح باجماعت مختلف صورتوں پر واقع ہوئی ہے۔ لیکن آخرالامر بیس رکعت پر تقرر ہوا۔ جس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت سائب بن یزید صحابی سے روایت ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں صحابہ کرام بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے (بیہقی)

امام نووی نے شرح مہذب میں اس کی سند کو صحیح فرمایا ہے۔ اور حافظ زیلعی تخریج ہدایہ میں فرماتے ہیں: قَالَ النَّوَوِیُّ فِی الْخُلَاصَۃِ اِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ

(۲) شتیر بن شکل سے روایت کی گئی ہے۔ اَنَّہٗ کَانَ یَؤُمُّہُمْ فِی شَہْرِ رَمَضَانَ

بعشرین رکعۃ ویوتر بثلاث (بیہقی)
اور بیہقی نے فرمایا۔ کہ اس روایت میں بڑی قوت ہے۔

(۳) حضرت علیؓ نے رمضان کے مہینہ میں تمام قاریوں کو بلوایا۔ اور ان میں سے ہر ایک کو فرمایا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھایئے اور خود حضرت علیؓ بھی ان کے ساتھ پڑھتے تھے (بیہقی)

(۴) یزید بن رُومان کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں نمازِ تراویح ۲۰ رکعات پڑھی جاتی تھیں۔ اور تین رکعات وتر (مؤطا مالک)

(۵) مؤطا امام مالک میں ایک روایت گیارہ رکعت کی حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مروی ہے اور دوسری بارہ رکعت کی بھی موجود ہے۔ تو صحابہ کرام کا یہ اختلاف اس امر کی واضح دلیل ہے کہ تراویح کے لئے نبی کریمؐ سے کوئی عددِ معین معلوم نہ تھا۔

ان روایتوں کے درمیان تطبیق یوں ممکن ہے۔ کہ پہلے صحابہؓ نے ۱۱ رکعتیں پڑھیں اور بعد میں بیس مقرر ہوئیں اور تین وتر۔ (بیہقی)

امام ترمذی فرماتے ہیں ۱۔
"اکثر اہلِ علم بیس ۲۰ رکعات پڑھتے ہیں۔ جو حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کا عمل تھا۔ اور یہی قول امام ثوری اور ابن مبارک اور امام شافعی کا ہے اور امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں لوگوں کو بیس رکعات پڑھتے پایا ہے۔ (ترمذی شریف)

امام شافعی فرماتے ہیں۔ کہ میرے نزدیک محبوب ترین عمل بیس کا ہے۔ کیونکہ یہی ثابت ہے۔ حضرت عمرؓ سے اور اہلِ مکہ کا بھی یہی معمول ہے اور تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

مفتی ابن قدامہ ہیں جو حنبلی مذہب کے مشہور امام اور محدث ہیں بیس رکعات کے متعلق فرماتے ہیں۔ جو حضرت عمرؓ کا فعل ہے اور جس پر آپ کے زمانہ میں اجماع صحابہؓ کا ہوا، اتباع کے لئے زیادہ مناسب ہے۔ (مغنی ص ۷۹۹ جلد ۱)۔

اہلِ مدینہ ہر چار رکعات باجماعت کے بعد تراویح میں چار رکعات فرداً فرداً بطور نفل پڑھتے تھے تو بیس رکعت تراویح جو باجماعت ہوتی تھی اور سولہ رکعت نفل ہوئے۔ جن کا مجموعہ چھتیس رکعت ہیں

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ بیس رکعات تراویح پڑھنا افضل ہے۔ اور یہی معمول اکثر مسلمین کا ہے۔
(فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۴۰۱ جلد ۲)

امام نووی فرماتے ہیں۔ یہی بیس رکعت ہمارا یعنی شافعیہ کا مذہب ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہ اور امام احمد اور امام داؤد ظاہری کا ہے اور قاضی عیاضؒ نے اس کو جمہور علماء کا مذہب بتایا ہے۔ (مفتی محمد شفیع صاحب سرگودھا)

خلاصہ:

محققین و محدثین کی یہ رائے ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے نمازِ تراویح کی رکعات معین نہیں فرمائیں۔

حدیث قولی! مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ دلالت کرتی ہے کہ سرورِ کائناتؐ نے مطلق قیام رمضان کا ارشاد فرمایا ہے تعدادِ رکعات کا ذکر نہیں فرمایا اور تمام ذخیرۂ حدیث کے تتبع سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ اور فعل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامِ رمضان کے متعلق باجماعت صرف تین رات ثابت ہے۔

حضرات صحابہ کرام و ائمہ مجتہدین نماز تراویح ۲۰ رکعت پڑھتے آئے ہیں۔ حرمین شریفین میں بھی ہر زمانہ میں بیس تراویح ہی پڑھائی گئی تھیں۔ حتیٰ کہ اربابِ حکومت نجدیہ باوجود اہلِ حدیث ہونے کے حرمین شریفین میں بیس ہی پڑھتے ہیں۔ ٭ ٭ ٭

ہمارے دینی مدارس

مدرسہ نورِ محمدیہ جھنجانہ شریف ضلع مظفر نگر (انڈیا)

حضرت قطب الاقطاب شیخ العالم و العالمیہ میانجیو نور محمد صاحب علوی جھنجانوی نور اللہ مرقدہٗ کی ذات اقدس ومطہر دنیائے اسلام میں کسی تعارف و تعریف کی محتاج نہیں آپ حضرت شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی مدنیؒ و حضرت مولانا شیخ محمد صاحب محدث تھانویؒ کے مرشد و مولیٰ تھے یہ آپ اور آپ کے اس نورانی سلسلہ کا فیض ہے کہ ہندوستان و بیرون ہندوستان میں روحانی فیوض و برکات کے چشمے بہہ رہے ہیں۔ اور علم دین کے چراغ روشن ہیں۔ علم دین کے ایسے ہی چراغوں میں سے مدرسہ نور محمدیہ۔ (جھنجانہ شریف ضلع مظفر نگر) آپ کے نام نامی و مولا مقدس کی خصوصی نسبت کیوجہ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ مدرسہ آپ کے وطن عزیز میں آپ کی ایک زندہ و پائندہ یادگار ہے اور ہر طرح سے مسلمانوں کی دینی خدمت انجام دے رہا ہے۔ یہاں مسلمان بچوں کو قرآن پاک اور دیگر دینی علوم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ نیز عام انسانوں اور مسلمانوں کی دینی رہنمائی کیلئے یہ ادارہ دینی لٹریچر شائع کرتا ہے اور بڑے بڑے علماء وقت کو وعظ و تلقین کی دعوت دیتا رہتا ہے۔ اس طرح اس ادارہ کی بدولت آپ کے مولا مقدس میں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری ہے۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ یہ تمام کام اہلِ خیر حضرات و حضرت میانجیو صاحبؒ سے خصوصی نسبت رکھنے والوں کے تعاون پر چل رہا ہے۔

رمضان المبارک خدائی انعامات اور روحانی برکات کا مہینہ ہے اس مہینہ میں مسلمان زکوٰۃ و صدقات سے ان اداروں کی مدد کرتے ہیں جو اس دورِ پُرفتن میں اللہ کے نام اور دینِ محمدیؐ کی روشنی کو عام کرنے کیلئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ مدرسہ نور محمدیہ اہلِ خیر حضرات اور عام مسلمانوں کی خصوصی توجہ کا مستحق ہے۔

ترسیلِ زر کا پتہ: نسیم احمد علوی خادم مہتمم مدرسہ نور محمدیہ قصبہ جھنجانہ۔ ضلع مظفر نگر۔ انڈیا

پاکستانی حضرات اس پتہ پر چندہ ارسال کریں حاجی ریاض احمد صاحب علوی، علوی جنرل سٹور میردار دو۔ دوکان ۲۲ میر پور خاص۔ تھرپارکر

سحری و افطاری (لاہور)

بدھ	۲۲ فروری	۶ رمضان	۵ گھنٹے ۱۶ منٹ سحری	۵-۵۵ افطاری
جمعرات	۲۳ "	۷ "	۵-۱۵	۵-۵۶
جمعہ	۲۴ "	۸ "	۵-۱۵	۵-۵۷
ہفتہ	۲۵ "	۹ "	۵-۱۴	۵-۵۸
اتوار	۲۶ "	۱۰ "	۵-۱۳	۵-۵۹
پیر	۲۷ "	۱۱ "	۵-۱۲	۶-۰
منگل	۲۸ "	۱۲ "	۵-۱۱	۶-۰

آپ کے خطوط

حکومتِ پاکستان اور جماعتِ عُلماء

اور اسلام کا درد رکھنے والے مُسلمانوں سے اپیل

اخبار پاسبان مورخہ ۲۴ر جنوری ۱۹۶۱ء میں یہ خبر پڑھ کر بہت دُکھ ہُوا۔ کہ پاکستان میں عیسائی مشنری بہت تیزی کے ساتھ کام کر رہی اور مسلمانوں کو مُرتد بنا رہی ہے۔ ۱۹۴۱ء کے اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان بھر میں برما سمیت چالیس ہزار عیسائی پائے جاتے تھے۔ جن کی بڑی تعداد اچھوتوں سے نکل کر آئی تھی۔ اور کچھ بنگال کے ادنٰے ذات کے ہندوؤں سے۔ مسلم اکثریت کے صوبوں میں عیسائی مشنری کی دال نہیں گلتی تھی۔ مگر افسوس ہے کہ پاکستان بننے کے بعد خاص پاکستان میں جہاں اسلامی حکومت قائم ہے۔ ان کی کوششیں کامیاب ہو رہی ہیں۔

کناڈا رومن کیتھولک عیسائی مشنری کا اخبار پراسپکٹر لکھتا ہے۔ کہ "پاکستان میں کلیسا کو بہت کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ ۱۹۵۷ء میں وہاں ۸ ہزار مسلمانوں نے عیسائیت قبول کی۔ وہاں پہلے اسّی ہزار عیسائی تھے۔ لیکن اب دو لاکھ ۸۸ ہزار ۲۶۳ عیسائی پائے جاتے ہیں۔ عیسائیوں کے اپنے تسلیم شدہ اعداد و شمار کی رُو سے ۱۹۵۶ء سے ۱۹۵۸ء تک دو سال کے عرصہ میں بیس ہزار عیسائیوں کا پاکستان میں اضافہ ہُوا ہے۔

اس پر بھارت کے ایک مسلم اخبار نے لکھا ہے۔ کہ "پاکستان میں عیسائیت کا یہ فروغ اس لحاظ سے بہت پریشان کُن ہے کہ ایک زندہ اور فعال سوسائٹی جہاں (اسلامی حکومت) مسلمان علماء اور مسلمان ادارے موجود ہیں۔ وہاں خود مسلمانوں کی گود سے ان کی نئی نسلیں کس طرح اچک لی جا رہی ہیں۔ ہم ایک لمحہ کے لئے بھی اسکو نہ عیسائیت کی فتح قرار دے سکتے ہیں اور نہ اسلام کی شکست۔ البتہ اسے پاکستانی مسلمانوں کی غیر ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ کہ ان کو اللہ تعالٰے نے جو مواقع فراہم کئے تھے۔ ان سے وہ پورا فائدہ نہیں اٹھاتے"

واقعی پاکستانی حکومت اور پاکستانی مسلمانوں کے لئے یہ بہت بڑا المیہ ہے۔ جس سے بوجہ ندامت کے ان کی گردنیں جھک جانی چاہئیں۔

اس بارے میں حکومت کے کرنے کا یہ کام ہے کہ ایک آرڈیننس جاری کر دے کہ جو طلبہ غیر ملکی اسکولوں، کالجوں سے ڈگریاں حاصل کریں گے ان کو سرکاری ملازمت نہ ملے گی۔ سرکاری ملازمت کا مستحق وہی ہو گا جو حکومتِ پاکستان کے اسکولوں، کالجوں سے ڈگریاں حاصل کریں۔

دوسرا کام یہ ہے کہ حکومت ایک تبلیغی ادارہ قائم کرے۔ جس سے مبلغ تیار کئے جائیں۔ اور ملک میں تبلیغ کا جال پھیلا دیا جائے۔

تیسرا کام یہ ہے کہ حکومت ہر گاؤں میں مسجد اور مکتب قائم کر دے۔ جہاں مسجد و مدرسہ ہوتا ہے۔ وہاں عیسائی مشنری کامیاب نہیں ہوتی۔

چوتھا کام یہ ہے کہ حکومت ملک کی اقتصادی حالت کو ترقی دے۔ کہ کوئی مسلمان بھوکا ننگا نہ رَہ سکے اور گرانی دُور ہو جائے۔ کیونکہ عیسائی مشنری کا شکار دو ہی قسم کے مسلمان ہوتے ہیں ایک وہ جو اپنے مذہب سے پوری طرح واقف نہیں۔ دوسرے وہ جو اقتصادی بدحالی میں مبتلا ہیں۔

علماء کا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے کو دیہات میں تبلیغ کے لئے وقف کر دیں۔ جہاں جہاں اسلامی مدارس قائم ہیں ہر مدرسہ کی طرف سے اپنے علاقہ کے لئے ایک دو مبلغ مقرر ہوں۔ جو اس علاقہ کے دیہاتوں کا دورہ کرتے رہیں۔ اور مسلمانوں کو اسلام کے محاسن اور عیسائی مذہب کی کمزوریوں سے خبردار کرتے رہیں۔

عام مسلمانوں کا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقہ کے اسلامی مدارس کو تبلیغ کی طرف متوجہ کریں اور مبلغین کے مصارف کا پورا انتظام کریں۔ اور مسلمانوں کو مشن اسکول مشن کالج میں بچوں کو داخل کرنے سے روکیں۔ اور تبلیغی جماعت میں بہت سے بہت داخل ہوں اور تبلیغی جماعتیں اپنے پروگرام میں عیسائیت کو بھی شامل کریں۔

اس وقت مدارس اسلامیہ میں تعطیلات ہیں۔ علماء کو چاہیئے کہ زمانۂ تعطیل میں عیسائیت کے سیلاب کو روکنے کیلئے دَورے کریں۔ خصوصیت کے ساتھ میں اپنے دوستوں اور شاگردوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس وقت اس کام کو سب سے زیادہ ضروری سمجھیں۔ اور اس کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جائیں۔ اور اپنے اپنے کاموں سے مجھے بھی مطلع کرتے رہیں۔

والسلام۔ (ظفر احمد عثمانی)

ناظم تعلیمات۔ دارالعلوم الاسلامیہ۔ اشرف آباد ٹنڈو اللہ یار۔ ضلع حیدر آباد (مغربی پاکستان)

دارالعُلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

پاکستان میں علوم دینیہ کا عظیم الشان ادارہ ہے۔ جس کی نگرانی میں ۲ شعبے ہیں۔ (۱) شعبہ تعلیم القرآن (۲) شعبہ دارالعلوم جن پر نوّے ہزار (۹۰۰۰۰) روپے سالانہ خرچ کئے جاتے ہیں۔ تقریباً ساڑھے آٹھ سو طلبہ اور بچوں کو علوم دینیہ سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اردو خط و کتابت، تجوید قرأت کیلئے مستقل شعبے قائم کئے گئے ہیں۔ درجۂ عربی کے طلبہ میں سے دو سو طلبہ کو دونوں وقت کھانا دیا جاتا ہے۔ مغربی پاکستان بھر کے دیگر اسلامی ممالک کے طلبہ زیرِ تعلیم ہیں جنکے تمام مصارف ضروریات کا دارالعلوم کفیل ہے۔ دارالعلوم کی عظیم الشان جامع مسجد زیرِ تعمیر ہے۔ دارالاقامہ کا منصوبہ تیار ہے۔ جن پر کئی لاکھ لاگت آئیگی اس دینی ادارہ کی ترقی و استحکام کا دارومدار آپ حضرات کی توجہات و عنایات پر ہے۔

نوٹ: مرکزی حکومت پاکستان کی وزارت مالیات کے ریونیو ڈویژن نے رجسٹریشن نمبر ۹۰(۱۰) ۱۷(۳۶) آئی ٹی پی /۵۵ کے ذریعہ دارالعلوم کو دینے والے رقومات سے انکم ٹیکس معاف کر دیا ہے۔

ترسیل زر کا پتہ: مولانا محمد عبد الحق صاحب مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(سابق مہتمم مظاہر العلوم سہارنپور)

احکام رمضان المبارک

صبح صادق سے غروب آفتاب تک نیت کے ساتھ کھانا پینا اور صحبت چھوڑ دینے کا نام روزہ ہے۔ روزۂ رمضان بھی اسلام کا ایک رکن ہے جس کی آمد مسلمانوں کے لئے نوید جانفزا اور برکتوں و رحمتوں کا ایک خزانہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک کی پہلی رات کو شیاطین مقید اور جہنم کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور جنت و رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جو شخص محض اللہ کے واسطے روزہ رکھتا ہے اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور روزہ دار کی منہ کی بُو (کی قدر وقیمت) خداوند تعالے کے نزدیک مشک سے بہت زیادہ ہے۔ اور روزہ دار کو اللہ تعالی خود اپنے دستِ قدرت سے ثواب عطا فرمائیں گے اور جنت میں روزہ رکھنے والے کے داخل ہونے کے لئے ایک خاص دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے۔ اور روزہ نہ رکھنے والے کے لئے یہ عذاب کیا کم ہے کہ اس کے مالک وخالق اللہ تعالے اس کے اس فعل بد سے سخت ناراض و ناخوش ہوتے ہیں۔ اور فرشتوں و نیک بندوں کی محفلوں میں مذمت وبرائی سے اس کو یاد کیا جاتا ہے اور جس جگہ رمضان کے دن میں روزہ نہ رکھنے والا کچھ کھاتا پیتا ہے قیامت کے دن وہ جگہ گواہی دے گی کہ اس نے میری پیٹھ پہ گناہ کیا تھا۔ اس لئے مسلمانوں کو یہ لازم ہے کہ روزۂ رمضان کی قدر کریں اور اس سے غفلت کر کے اپنے لئے نقصان دنیوی اور خسران عقبیٰ کے سامان مہیا نہ کریں۔

روزہ کی نیت

روزہ کے لئے زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں ہے صرف دل سے یہ ارادہ کر لینا کہ آج میرا روزہ ہے کافی ہے۔ اگر زبان سے بھی اُردو میں یہ کہہ دے کہ کل کو روزہ رکھوں گا یا عربی میں بِصَوْمِ غَدٍ نَوَیْتُ کہہ لے تو بہتر ہے۔ اگر بلا نیت کے کوئی شخص بھوکا پیاسا رہے اور صحبت بھی نہ کرے تو روزہ نہ ہوگا۔ روزہ کا وقت صبح صادق سے شروع ہوجاتا ہے۔ رمضان کے روزہ کی نیت صبح صادق سے پہلے بہتر ہے اور اس کے بعد بھی دوپہر سے احتیاطاً ایک گھنٹہ پہلے تک کی جاسکتی ہے۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

(۱) بھول کر کھانا پینا اور صحبت کرنا (۲) مسواک کرنا (۳) خود بخود قے آنا (۴) خوشبو سونگھنا (۵) بلا قصد حلق میں گرد وغبار مکھی مچھر چلا جانا (۶) سر میں تیل آنکھ میں سُرمہ لگانا (۷) احتلام ہونا (۸) آنکھ میں دوا یا پانی ڈالنا (۹) تھوک اور بلغم نگلنا (۱۰) منہ بھر سے کم قصداً قے کرنا (۱۱) پان کی سُرخی غرغرہ کے بعد رہنا (۱۲) رات کے وقت صحبت کرکے صبح صادق کے قبل نہ نہانا (۱۳) ان سب باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

ناک یا کان میں دوا ڈالنا (۲) قصداً منہ بھر کے قے کرنا (۳) کلی کرتے ہوئے حلق میں پانی چلا جانا (۴) ناس لینا (۵) حقنہ کرانا (۶) کنکر پتھر لوہا وغیرہ کھانا (۷) غلطی سے یہ سمجھ کر کہ سورج غروب ہوگیا روزہ کھولنا (۸) رات سمجھ کر صبح صادق کے بعد کھانا (۹) لوبان وغیرہ کی دھونی سونگھنا (۱۰) سگریٹ اور حقہ پینا پان تمباکو کھانا (۱۱) جس تھوک میں غالب خون کی آمیزش ہو اس کو نگل جانا (۱۲) پاخانہ کی جگہ میں دوا استعمال کرنا۔ ان سب باتوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ہاں پیشاب کی جگہ دوا استعمال کرنے سے عورت کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے مرد کا نہیں ٹوٹتا۔ دانتوں میں جو گوشت کا ریشہ یا ڈلی وغیرہ کا ٹکڑا رہ گیا ہے اگر اس کو منہ سے باہر نکال کر پھر کھا لیا تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر اندر ہی اندر زبان سے نکال کر نگل گیا تو اگر چنے کے برابر یا اس سے زائد ہو تو روزہ فاسد ہو جائے گا ورنہ نہیں

افطار وسحر

سحری کھانا سنت ہے اگر بھوک نہ بھی ہو تو تب بھی بقدر سنت دو ایک چھوہارے کھا لے یا کم از کم پانی ہی پی لے۔ سحری دیر کرکے کھانا سنت ہے مگر نہ اتنی دیر کہ وقت میں شک ہو جائے غروب کے بعد فوراً روزہ کھولنا مستحب ہے اور دیر کرنا مکروہ ہے۔ البتہ ابر کے دن افطار میں دیر اور سحری میں جلدی کرنی چاہیئے اور افطار کے وقت اگر ممکن ہو تو اس قدر کھا لے جس سے شدت اشتہا میں تخفیف ہو جائے اور نماز باطمینان خشوع وخضوع سے پڑھی جائے۔ اور امام کو چاہیئے کہ مغرب کی نماز میں بہت جلدی نہ کرے بلکہ مقتدیوں کی قدرے رعایت مناسب ہے تاکہ سب لوگ اطمینان سے کلی وغیرہ سے فارغ ہو کر شریک جماعت ہو سکیں۔ چھوہارے یا کسی میٹھی چیز سے روزہ افطار کرنا بہتر ہے ورنہ پانی یا اور کسی چیز سے افطار کرے۔ بعض عورتیں اور مرد نمک سے افطار کرنے میں ثواب سمجھتے ہیں یہ غلط ہے اور افطار کے وقت یہ دُعا پڑھنا مسنون ہے اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ

مسائل تراویح

رمضان شریف کی راتوں میں عشاء کی فرض نماز کے بعد بیس رکعت تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ تراویح میں ایک مرتبہ تمام کلام پاک پڑھنا یا سننا بھی سنت ہے اور یہ دونوں جُدا جُدا سنتیں ہیں اس لئے جو لوگ چند راتوں میں ایک کلام مجید سُن کر تراویح چھوڑ دیتے ہیں ان کی ایک سنت تو ادا ہوگئی دوسری ادا نہیں ہوئی اور چونکہ تراویح فرض عشاء سے قبل درست نہیں اس لئے جو شخص مسجد میں بعد جماعت نماز فرض آئے۔ اس کو فرض پڑھ کر تراویح میں شریک ہونا چاہیئے اور جس قدر تراویح ہو چکی ہوں ان کو بعد میں یا جلسہ استراحت میں ادا کرے البتہ وتر تراویح کے بعد اور قبل دونوں صورتوں میں جائز ہے اس لئے جس شخص کے ذمہ کچھ تراویح باقی تھیں اس نے وتر امام

کے ساتھ پڑھ کر تراویح بعد میں ادا کریں تو کوئی حرج نہیں۔ جتنی دیر میں چار رکعت تراویح پڑھی جائیں اتنی ہی دیر ہر چار رکعت کے بعد بیٹھنا مستحب ہے خواہ دعا درود پڑھے یا خاموش رہے۔ ہاں اگر نمازیوں کی گرانی اور جماعت کی کمی کا اندیشہ ہو تو اس سے بھی کم بیٹھنا درست ہے لیکن مقتدیوں کی جلدی اور گرانی کے باعث رکوع و سجود و سبحانک اللھم اور درود چھوڑنا بالکل درست نہیں۔ البتہ دعاؤں کے چھوڑنے میں بشرطیکہ مقتدیوں کو جلدی ہو چنداں مضائقہ نہیں اور ختم قرآن شریف کے دن زائد روشنی کرنا اور جھنڈیاں وغیرہ لگانا یہ سب اسراف اور ناجائز اُمور ہیں اور شیرینی تقسیم کرنے کے لئے جبراً چندہ لینا اور تقسیم کے وقت مسجد میں شور و شغب کرنا اور اس تقسیم کو ضروری و لازمی سمجھنا اور تقسیم نہ کرنے والوں پر لعن و طعن کرنا یہ جملہ اُمور بھی شرعاً ناجائز ہیں

تراویح میں قرآن مجید پڑھنے کے مسائل

قرارت میں کسی کلمہ کی زیادتی و کمی سے بشرطیکہ معنی بالکل بدل جائیں نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ ورنہ نہیں جیسے ثُمَّ لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ میں لَا کو چھوڑ دیا۔ اور جن حروف میں امتیاز مشکل سے ہوتا ہے وہ اگر ایک دوسرے کے بجائے پڑھے جائیں تو نماز فاسد نہیں ہوتی جیسے سین، صاد اور ضاد و ظاد و ذال وغیرہ اور جن میں امتیاز سہل ہے وہ اگر ایک دوسرے کی جگہ پڑھے جائیں اور معنی بالکل بدل جائیں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے جیسے اگر صَالِحَاتِ کی جگہ طَالِحَاتِ پڑھا گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور تبدیل الفاظ میں اگر معنی بالکل بدل جائیں تو نماز میں فساد یقینی ہے ورنہ نہیں جیسے عَلِيمٌ کی جگہ خَبِيرٌ وَحَفِيظٌ وغیرہ پڑھا گیا تو نماز درست ہے اور وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ کی جگہ غَافِلِينَ پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور دو جملوں کے تبدیل الفاظ میں اگر معنی بھی بدل جائیں تو نماز فاسد ہے إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ کی جگہ نَعِيمٍ اور نَعِيمٍ کی جگہ جَحِيمٍ پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر معنی نہ بدلیں جیسے لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ میں شَهِيقٌ وَزَفِيرٌ پڑھا تو نماز درست ہے

اعتکاف

رمضان شریف کی بیسویں تاریخ کے دن چھپنے سے کچھ ذرا پہلے سے عید کے چاند نظر آنے تک مسجدِ جماعت میں بہ نیتِ اعتکاف ٹھہرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے اگر محلہ میں سے ایک آدمی بھی معتکف ہو جائے گا۔ تو تمام لوگ بری الذمہ ہو جائیں گے ورنہ سب کے سب تارکِ سنت و گنہگار رہوں گے مرد کے اعتکاف کے لئے مسجد جماعت ہونا ضروری ہے اور عورت اپنے گھر میں ایک خاص جگہ مقرر کر کے اعتکاف کرے اور نیت کا ہونا اور حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط ہے اگر درمیان میں حیض آجائے یا بچہ پیدا ہو جائے تو اعتکاف چھوڑ دے اور اعتکاف میں صحبت کرنا بوسہ لینا لپٹنا وغیرہ بھی دُرست نہیں۔ اور اعتکاف کی جگہ سے بلا ضرورت نکلنا درست نہیں کیونکہ بلا ضرورت اعتکاف کی جگہ سے نکلنا مفسدِ اعتکاف ہے یعنی جن دنوں میں اعتکاف ہو چکا ہے وہ درست رہا باقی دنوں کا نہیں۔ ہاں ضرورت طبعی و شرعی جیسے پیشاب پاخانہ وغیرہ اور نماز، کی وجہ سے باہر نکلنا درست ہے۔ جمعہ کی نماز کے لئے اتنا پہلے جائے کہ وہاں جا کر تحیۃ المسجد اور جمعہ کی سنت پڑھ لے اور بعد کی سنتیں بھی وہاں ٹھہر کر پڑھنا جائز ہے۔ بھول کر یا جان کر جماع وغیرہ کرنا مفسد اعتکاف ہے۔ اس میں نسیان معتبر نہیں حالت اعتکاف میں بالکل چپ رہنا مکروہ ہے۔ البتہ فضول باتیں نہ کرے۔ بلکہ تلاوتِ کلام اللہ یا کسی اور عبادت میں مشغول رہے۔

احکام عید الفطر

(۱) عید کے روز دو رکعت نماز بطور شکریہ پڑھنا واجب ہے (۲) عید کا وقت سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے کے بعد سے زوال آفتاب تک ہے (۳) عید الفطر کی نماز کا یہ طریقہ ہے کہ پہلے نیت کرے کہ میں دو رکعت نماز واجب عید الفطر کی معہ چھ تکبیروں کے پڑھتا ہوں۔ اس کے بعد ہاتھ باندھ لے اور سبحانک اللھم پڑھ کر تین مرتبہ اللہ اکبر کہے اور ہر مرتبہ مثل تکبیر تحریمہ کے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور بعد ہر تکبیر کے ہاتھ چھوڑ دے اور ہر تکبیر کے بعد اتنی دیر توقف کرے کہ تین مرتبہ سبحان اللہ، سبحان اللہ کہہ سکیں اور تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ چھوڑے بلکہ ہاتھ باندھ لے اس کے بعد امام اعوذ باللہ و بسم اللہ پڑھ کر سورۃ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھے اور مقتدی حسب دستور خاموش رہیں۔ سورت کے بعد رکوع و سجود کر کے امام کھڑا ہو جائے اور دوسری رکعت میں پہلے سورۃ فاتحہ اور سورت پڑھے اس کے بعد تین تکبیریں اس طرح کہے لیکن یہاں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھے بلکہ چھوڑ رکھے اور پھر چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے (۴) عید کا خطبہ سُننا واجب ہے (۵) اگر عید کی نماز سب پڑھ چکے ہوں تو تنہا ایک آدمی نہیں پڑھ سکتا (۶) اگر کسی کی ایک رکعت نماز عید کی چلی جا دے تو وہ جب اس کو ادا کرنے لگے تو پہلے قرأت پڑھے اور اس کے بعد تکبیر کہے (۷) اگر کوئی شخص نماز عید میں ایسے وقت شریک ہو کہ امام تکبیروں سے فارغ ہو چکا ہو تو فوراً نیت باندھ کر تکبیر کہہ لے اور اگر رکوع میں اس کی شرکت ہوئی تو اگر غالب گمان یہ ہو کہ تکبیروں کی ادائیگی کے بعد رکوع مل جائے گا تو نیت کر کے تکبیر کہہ لے ورنہ بحالت رکوع بجائے تسبیح کے تکبیریں بلا ہاتھ اٹھائے کہے۔ اور اگر ابھی تکبیروں سے فراغت نہیں ہوئی تھی کہ امام نے سر اٹھا لیا تو یہ بھی کھڑا ہو جائے اور جس قدر تکبیریں رہ گئیں وہ معاف ہیں۔

مسنونات عید الفطر

(۱) آرائش کرنا (۲) مسواک کرنا (۳) غسل کرنا (۴) حسبِ استطاعت عمدہ اور جائز کپڑا پہننا (۵) خوشبو لگانا (۶) صبح سویرے اٹھنا (۷) عید گاہ میں اول وقت جانا (۸) عید گاہ جانے سے قبل کوئی میٹھی چیز مثل چھوارے وغیرہ کے کھانا (۹) اگر کوئی عذر نہ ہو تو عید گاہ میں نماز پڑھنا (۱۰) ایک راستہ سے جانا دوسرے راستہ سے واپس آنا (۱۱) پیادہ پا جانا (۱۲) راستہ میں آہستہ آہستہ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد کہتے ہوئے جانا۔

صدقہ فطر

جس شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ ضروری سامان کے علاوہ اس مقدار کو پہونچ جائے جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس پر صدقہ فطر واجب ہے، اگر سال پورا نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی عید الفطر کے دن صدقہ فطر کے وجوب کے لئے مال مذکور کا ہونا کافی ہے۔ سال گذرنا شرط نہیں۔ زکوٰۃ اور صدقہ فطر میں یہی فرق ہے۔ صدقہ فطر مرد پر اپنی اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے ادا کرنا واجب

واجب ہے اور اگر وہ اولاد مالدار ہو تو اس کے مال سے ادائیگی ضروری ہے باپ کے مال میں واجب نہیں ۔صدقہ فطر عید کی صبح صادق سے واجب ہوتا ہے ۔ اس لئے جو بچہ اس کے بعد پیدا ہو اور جو شخص اس کے قبل مرجائے ان دونوں پر صدقہ فطر واجب نہیں۔

صدقہ فطر کی مقدار

اگر صدقہ فطر میں گیہوں یا گیہوں کا آٹا یا ستو دے تو اسی روپیہ کے سیر یعنی انگریزی تول کے حساب سے آدھی چھٹانک اوپر پونے دو سیر ہوتا ہے مگر احتیاطاً پورے دو سیر دینا چاہیئے، اور اگر جو یا اس کا آٹا دیوے تو اس سے دوچند دے اور گیہوں جو کے علاوہ اگر اور کوئی غلہ دے تو اس میں قیمت کا اعتبار ہے ۔وہ غلہ اتنا ہو کہ قیمت کے لحاظ سے گیہوں اور جو کی مقدار واجب کی برابر ہو جائے اور گیہوں جو کی قیمت لگاکر دی جاوے تو اور بھی بہتر ہے۔ صدقہ فطر اگر عید کے دن ادا نہ کرسکے تو ساقط نہیں ہوتا بعد میں ادا کرنا ضروری ہے۔

صدقہ فطر کے مصارف

صدقہ فطر ان ہی لوگوں کو دینا چاہیئے جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں ۔اور اپنے ماں باپ دادا دادی پر دادا، نانا نانی پر نانا وغیرہ اور جن لوگوں سے یہ پیدا ہوا ہے اسی طرح اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد اور جو اس کی اولاد میں داخل ہیں ان سب کو صدقہ فطر دینا درست نہیں ۔ ان کے علاوہ چچا تایا بھائی بہن بھتیجی، بھتیجے، بھانجی بھانجے پھوپھا پھوپھی خالہ خالو غرباء مساکین سب کو دینا درست ہے ۔ خواہ ایک ہی فقیر کو دیدے یا کئی کو تقسیم کردے دونوں جائز ہیں۔

زکوٰۃ

اکثر لوگ چونکہ رمضان میں زکوٰۃ نکالتے ہیں، اس لئے بعض ضروری مسائل زکوٰۃ کے بھی بیان کئے جاتے ہیں ۔ زکوٰۃ بھی اسلام کا ایک رکن ہے ، لیکن اکثر مسلمان اس میں کوتاہی کرتے ہیں یا تو بالکل زکوٰۃ ادا ہی نہیں کرتے یا بہت کم ادا کرتے ہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کے پاس سونا چاندی ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ نکالتا ہو تو قیامت کے روز آگ کی تختیوں کو دوزخ میں خوب گرم کرکے اس شخص کے دونوں پہلوؤں اور پیشانی اور پیٹھ پر داغ دیا جائے گا ۔اور فرمایا کہ جس کو اللہ تعالےٰ نے مال دیا اور اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے روز اس کا مال ایک بڑا زہریلا گنجا سانپ بناکر اس کی گردن میں ڈالا جائے گا وہ اس کے دونوں جبڑوں کو نوچے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں تیرا خزانہ ہوں ، خدا کی پناہ ، تھوڑی سی کنجوسی کی بدولت کتنا عذاب بھگتنا پڑے گا ——
اللھم احفظنا۔

چاندی سونے کا نصاب

جس شخص کے پاس ۵۲½ تولے چاندی یا ۷½ تولے سونا ہو اور ایک سال اس پر گذر جائے اور قرضدار نہ ہو تو اس کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے ، اور اس سے کم پر زکوٰۃ واجب نہیں جتنا روپیہ یا مال ہو ۔اسکا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں ادا کرنا واجب ہے ، مثلاً سو روپیہ میں ڈھائی روپیہ نکالے پورا نصاب تمام سال رہنا ضروری نہیں ۔بلکہ سال کے اول اور آخر میں نصاب باقی رہنا شرط ہے، اگر بیچ میں کم ہوجائے تو کچھ حرج نہیں ۔ہاں اگر بیچ میں بالکل مال باقی نہ رہے اور پھر اخیر سال میں مال بقدر نصاب آجائے تو پھر جب سے دوبارہ مال حاصل ہوا ہے اس وقت سے سال کا حساب کیا جائے گا ۔سونے چاندی کے زیور برتن سچا گوٹہ ٹھپہ سب پر زکوٰۃ واجب ہے ،سوداگری کے مال کی قیمت اگر نصاب کو پہونچ جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے ۔زکوٰۃ ادا ہونے کے لئے مال کے نکالتے وقت یا فقیر کو دیتے وقت نیت کا ہونا ضروری ہے۔

مصارف زکوٰۃ

جس کے پاس ۵۲½ تولے چاندی یا ۷½ تولے سونا یا اتنی قیمت کا سوداگری کا مال ہو ۔اس کو شریعت میں غنی اور مالدار کہتے ہیں ۔اس کو زکوٰۃ کا مال لینا دینا حلال نہیں ۔اور جس کے پاس اس سے کم ہو یا اتنا مال ہے لیکن اس پر کچھ قرض ہو تو اس کو لینا دینا جائز ہے ، اپنے ماں باپ دادا دادی پر دادا، نانا نانی وغیرہ جن سے یہ پیدا ہوا ہے اور اپنی اولاد پوتے پڑپوتے نواسے وغیرہ کو اپنی زکوٰۃ دینا جائز نہیں ۔ ان رشتہ داروں کے علاوہ بھائی بہن ، پھوپھی خالہ ماموں سوتیلی ماں سوتیلا باپ دادا ساس اور خسر وغیرہ اور ان کی اولاد کو دینا جائز ہے ۔ سید اور ہاشمیوں کو بھی دینا جائز ہے ۔اور کسی کی تنخواہ ، مسجد کی ضروریات اور میت کے کفن میں بھی لگانا جائز نہیں ۔

محمد احمد

اصحابُ الفیل

(ہاتھیوں والے)

(۲)

جب عربوں نے یہ خبر سُنی تو اُنہیں یہ بات سخت ناگوار گزری کہ ایک حبشی شخص ان کے حج کی عمارت اور بُتوں کے گھر کو منہدم کرنے کے لئے بڑھے۔ یمن کے سرداروں میں سے ایک شخص اٹھا جو ذونفر کے نام سے مشہور تھا۔ اس نے اپنی قوم کی غیرت و حمیت کو بھڑکایا۔ اور وطن والوں اور دوسرے لوگوں کو ابرہہ کے مقابلے کے لئے پکارا۔ تاکہ اُسے اس عزم سے روکا جا سکے۔ مگر ذونفر ابرہہ کا مقابلہ نہ کر سکا۔ اس کے اندر اتنے دَم خم پیدا نہ ہو سکے کہ ابرہہ کے آگے ٹھہر سکتا۔ ذونفر اور اس کے تمام ساتھی شکست کھا گئے اور وہ قید کر لیا گیا۔

لیکن کیا یہ واقعہ ایسا تھا کہ دوسروں کو ابرہہ کے مقابلہ سے روک دیتا۔ اور وہ اس کے سامنے آنے کی ہمت نہ کرتے ایسا نہیں تھا۔ کیونکہ بہت سے عرب ایسے تھے۔ جنہیں خانہ کعبہ کے خلاف اس جسارت سے سخت غیرت آئی۔ وہ اپنے دین کی حمایت میں ابرہہ سے لڑنے پر تل گئے مگر یہ شکست کھا کر ناکام و نامراد لوٹے۔

ابرہہ کی فاتحانہ پیش قدمی

اب ابرہہ فتح و نصرت کا تاج اور کامیابی کا طرۃ لگائے ہوئے مکے کی طرف روانہ ہوا۔ عربوں کے قبیلے اس کے مطیع ہو گئے۔ قبائل کے وفود آتے جاتے اور اس کے حضور میں اطاعت کا ہدیہ پیش کرتے۔ انہیں میں ایسے بھی تھے جو اس کے لشکروں کے آگے آگے چلتے اور انہیں محفوظ ترین راستے کی رہبری کرتے جاتے۔

ابرہہ اور اس کے ساتھ ابورغال جو ابرہہ کا رہبر تھا، بڑھتے بڑھتے مقام مغمس پر اُترے۔ یہاں اس نے پڑاؤ ڈال کر اپنی فوج میں سے ایک شخص کو آبادی میں بھیجا۔ وہ قریش کے اہل تہامہ وغیرہ میں سے بہت سے اموال ابرہہ کے پاس لے کر آیا۔ اس نے عبدالمطلب بن ہاشم کے دو سو اونٹ ہنکا لئے۔ اور ابرہہ کے پاس پہنچا دیئے۔

عبدالمطلب بن ہاشم

عبدالمطلب اس زمانے میں صاحب السقایہ تھے۔ یعنی خانۂ کعبہ کے حجاج کو پانی وغیرہ پلانے اور اس کی مجاوری کا منصب انہیں کے سپرد تھا۔ یہ اپنی قوم کے سردار تھے۔ ان کا یہ حال ہوا تو قوم قریش اور ان کے ساتھ مکہ کے لوگ ابرہہ سے لڑنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مگر بعد میں ان کو محسوس ہوا کہ ان میں اس سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ اس لئے ابرہہ کی طرف سے جو ایذا اور ذلت پہنچی تھی مجبوراً اُسے سکون کے ساتھ برداشت کیا۔

عبدالمطلب کی طلبی

ابھی یہ لوگ اسی مخمصے میں تھے اور اس ذلت کا غم ان کے دلوں میں خلش پیدا کر رہا تھا کہ اتنے میں ابرہہ کے لوگوں میں سے ایک شخص ان کے پاس آیا اور اس نے مکہ کے صاحب اختیار سردار کا پتہ پوچھا۔ لوگ اسے عبدالمطلب بن ہاشم کے پاس لے گئے یہ ان کے حضور میں پہنچا تو آداب بجا لا کر بولا:

"ہمارا بادشاہ کہتا ہے۔ ہم آپ سے لڑنے کے لئے نہیں آئے ہیں۔ صرف خانۂ کعبہ کو ڈھانے آئے ہیں۔ اگر آپ اس کے بچاؤ کے لئے ہم سے نہ لڑیں، تو ہمیں آپ لوگوں کا خون بہانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بادشاہ نے کہا ہے کہ آپ کا ارادہ لڑائی کا نہ ہو تو آپ کو ان کے پاس پہنچا دیا جائے۔"

عبدالمطلب نے اس شخص کو جواب دیا:

"بخدا ہم اس سے لڑنا نہیں چاہتے نہ ہم میں اس کی طاقت ہے"

اس پر قاصد نے کہا:

"تو پھر آپ ہمارے ساتھ اس کے پاس چلئے۔ کیونکہ اس نے آپ کو ساتھ لانے کا حکم دیا ہے"

اب عبدالمطلب، ان کے ساتھ ان کے بعض بیٹے، اور مکے کے دوسرے اکابر اور عقلمند اشخاص ان کے ساتھ ہو لئے اور ابرہہ کے پڑاؤ میں پہنچے۔

عبدالمطلب اور ابرہہ کی ملاقات

جب عبدالمطلب اس کے سامنے لائے گئے تو لوگوں نے ان کی نسبت ابرہہ سے کہا:

"یہ قریش کا سردار ہے اور وہ شخص ہے جو بستی میں لوگوں کو اور پہاڑ پر جانوروں کو کھانا کھلاتا ہے۔"

عبدالمطلب ایک جسیم اور خوب رو شخص تھے۔ وقار اور دبدبہ ان کے چہرے سے آشکار تھا۔ ابرہہ نے انہیں دیکھا تو ان کا اعزاز و اکرام کیا۔ اور انہیں نیچے بٹھانا گوارا نہ کیا۔ ساتھ ہی اُسے یہ خیال آیا کہ اگر اپنے تخت پر بٹھاؤں گا۔ تو حبشیوں کو یہ بات ناگوار ہو گی۔ اس لئے خود بھی فرش پر بیٹھا اور عبدالمطلب کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ پھر ان سے دریافت کیا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟

عبدالمطلب نے اپنے اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ جو اس کے لشکر والے چھین کر لے گئے تھے۔

ابرہہ نے یہ فرمائش سُنی تو کہا:

"میں نے آپ کو دیکھا تو آپ مجھے بہت اچھے معلوم ہوئے۔ پھر جب آپ نے مجھ سے بات کی۔ تو مجھے اس پسند میں کمی محسوس ہونے لگی کیا آپ مجھ سے صرف ان دو سو اونٹوں کے متعلق گفتگو کرتے ہیں جو میں نے لے لئے ہیں اور اس مکان کو چھوڑے دیتے ہیں۔ جو آپ کے اور آپ کے باپ دادا کے دین کا مظہر ہے۔ میں تو اسے منہدم کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اور آپ مجھ سے اس کی نسبت کوئی بات نہیں کرتے۔"

عبدالمطلب نے کہا:

"میں تو صرف اونٹوں کا مالک ہوں۔ اس لئے ان کا مطالبہ کر رہا ہوں۔ رہا خانۂ کعبہ، تو اس کا پروردگار موجود ہے۔ وہ جلد ہی اسکی روک تھام کرے گا۔"

ابرہہ نے کہا:

"مگر وہ اسے مجھ سے نہ بچائے گا"

عبدالمطلب نے جواب دیا:

"یہ آپ جانیں اور وہ جانیں"۔

پھر ابرہہ نے عبدالمطلب کو رضامند کرنے کے لئے فوری توجہ کی۔ ان کے لئے ہوئے اونٹ واپس لوٹا دیئے۔

اہلِ مکہ کا وفد اور اس کی ناکامی

اہلِ مکہ کا وفد ابرہہ کے پاس آیا۔ اور اس نے درخواست کی۔ کہ اگر وہ کعبہ کو ڈھانے سے باز آئے تو تہامہ کی ایک تہائی دولت ابرہہ کی نذر کر دی جائے گی۔ ابرہہ نے اس مسئلے میں کوئی گفتگو منظور نہ کی۔ اور کسی قسم کا فدیہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس لئے وہ لوگ پلٹ گئے۔ انہیں اس مہم میں ناکام رہنے کا بڑا صدمہ تھا۔ جب وہ مکہ واپس ہوئے ہیں۔ تو سخت دل شکستہ اور پریشان تھے۔

عبدالمطلب نے ان لوگوں کو نصیحت کی کہ وہ اپنی جانوں کی حفاظت کے لئے پہاڑی دروں اور راستوں میں چلے جائیں وہ ان کی نسبت لڑائی میں شکست اور اس کی سختیوں سے خائف تھے۔ اسلئے انہیں سمجھا بجھا رہے تھے۔

یہ رات ان لوگوں کے لئے بڑی سخت تھی۔ اسی رات کو وہاں کے لوگوں نے یہ سوچا۔ کہ اپنا وطن اور شہر چھوڑ کر چلے جائیں۔ رونے چیخنے کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ پہاڑوں کی چوٹیاں لوگوں کے اجتماع سے بھر گئیں۔ ان کی کثرت سے شہر کی سڑکیں تنگ ہو گئیں۔ اونٹوں کی بلبلاہٹ بکریوں کی پکار اور عورتوں اور بچوں کے رونے چلانے سے عجیب بھیانک فضا پیدا ہو گئی۔!

جو لوگ اپنے گھر بار چھوڑے ہوئے اس مصیبت کے عالم میں مبتلا تھے۔ انہیں کے درمیان عبدالمطلب اور ان کے ساتھ قریش کے کچھ لوگ نکلے اور دروازۂ کعبہ کی زنجیر پکڑ کر عجز و نیاز کے ساتھ اللہ سے دعائیں کرنے لگے کہ وہ اپنے گھر کی حفاظت کرے اور ابرہہ اور اس کے لشکر سے اسے بچائے۔ اس کے بعد وہ اور ان کے ہمراہی قریش پہاڑ پر چڑھ گئے اور وہاں ٹھہر کر انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں یہ ظالم مکہ میں داخل ہونے کے بعد کیا ستم ڈھاتا ہے؟

کعبہ کو ڈھانے کی تیاری اور پرندوں کی آمد

اب مکہ یہاں کے باشندوں سے خالی ہو چکا تھا اور وہ وقت آ گیا تھا۔ کہ ابرہہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے اپنا لشکر آگے بڑھائے۔ اس نے مکہ میں داخل ہونے کی تیاری کر لی تھی۔ اپنا ہاتھی کسوا چکا تھا اور لشکر بھی منظم کر لیا تھا کہ اتنے میں اللہ تعالےٰ نے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیجے۔ جو اپنی چونچوں میں پتھروں کے ٹکڑے دبائے ہوئے تھے۔ ان پرندوں نے یہ کنکر ابرہہ کے لشکر پر پھینکنے شروع کئے جن کی ضرب سے ان کے سر پارہ پارہ ہو گئے۔ اور ان کے بدن ٹوٹ پھوٹ کر بے جان بن گئے۔

جو آفت ابرہہ کی فوج پر نازل ہوئی تھی۔ اس میں سے کچھ ابرہہ پر بھی نازل ہوئی۔ جس سے اس کے دل میں خوف سما گیا اور اس نے گھبرا کر باقی لوگوں کو یمن واپس ہونے کا حکم دیا۔ اس کے لشکر والوں کی بڑی تعداد اس موقع پر فنا ہو چکی تھی۔ ان کا شیرازہ منتشر ہو گیا تھا۔ یہ بچے کھچے لوگوں کو لے کر صنعا پہنچا یہاں پہنچتے پہنچتے اس کی قوت جواب دے چکی تھی۔ اس کے بعد یہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ انہیں لوگوں میں جا ملا۔ جو فنا کے گھاٹ اُتر چکے تھے۔

اس طرح اللہ تعالےٰ نے قریش کے لئے اپنے گھر کی حفاظت فرمائی اور اُس کی حکومت اور اُس کا نظم و نسق قریش کے لئے بحال رکھا۔ اس عجیب حادثے سے مکے کا مرتبہ اور بڑھ گیا اور وہاں کے لوگ اس عزت اور مرتبے کی حفاظت پر زیادہ سے زیادہ توجہ کرنے لگے۔

یہ واقعہ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو مضبوط کرنے کے لئے تھا کیونکہ آپ عبدالمطلب ہی کے خاندان میں آنکھیں کھولنے والے تھے اور اسی قدیم گھر کے سائے میں آپ کی نشو و نما ہونے والی تھی۔ یہ واقعہ دنیا کے عجیب ترین حادثوں میں شمار کیا گیا کیونکہ اسمیں اللہ نے اصحاب الفیل (ہاتھی والوں) کو ناکام و نامراد لوٹایا۔ اسی لئے اہلِ عرب اس واقعہ سے تاریخ کا شمار کرنے لگے اور اسکے واقعات اور حالات بیان کرتے رہے جنکے قصے اُنکے بعد اُنکی اولاد میں مذکور ہوتے رہے[1]۔

بقیہ:

حضورؐ کا ایک وعظ

(صد ۱۹ سے آگے)

میں کلمہ طیبہ رکھ دیا جائے تو وہی جھک جائیگا۔ اتنا بڑا ثواب سُن لینے کے بعد پھر بھی کوئی محروم رہے تو اسکی بدنصیبی۔ دوسری چیز جس کی کثرت کرنے کو حضورؐ نے ارشاد فرمایا وہ استغفار ہے۔ اس کی بھی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص استغفار کی کثرت رکھتا ہے تو اللہ پاک ہر تنگی میں اس کیلئے راستہ نکال دیتے ہیں اور ہر غم سے نجات دے دیتے ہیں۔ اور وہاں سے روزی پہنچاتے ہیں کہ اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

ایک حدیث میں آیا ہے۔ کہ آدمی گنہگار تو ہوتا ہی ہے۔ بہترین گنہگار وہ ہے جو توبہ کرتا رہے۔

ایک حدیث میں ہے۔ کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو ایک کالا نقطہ اس کے دِل پر لگ جاتا ہے۔ اگر توبہ کر لیتا ہے تو وہ دُھل جاتا ہے۔ ورنہ باقی رہتا ہے۔

اس کے بعد حضورؐ نے دو چیزوں کے مانگنے کا حکم فرمایا کہ جن کے بغیر چارہ ہی نہیں۔ ایک تو یہ کہ اس ماہ میں جنت کی طلب کثرت سے کرو۔ دوسری یہ کہ دوزخ سے پناہ مانگو۔

ان چار چیزوں کی کثرت کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلا دے۔ تو حق تعالےٰ قیامت کے روز میرے حوضِ کوثر سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے جسکے بعد جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگیگی۔ یہ تھا وہ وعظ جو حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ خدا تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

[1] یہ واقعہ ۵۷۰ء میں پیش آیا۔

بچوں کا صفحہ

فضائلِ رمضان پر حضورؐ کا ایک وعظ

جناب حاجی کمال الدین صاحب لاہور

پیارے بچو! آج کی صحبت میں ہم اپنے پیارے نبیؐ کا ایک وعظ بیان کرتے ہیں جو آپ نے اپنے صحابہؓ کو شعبان کی آخری تاریخ کو ارشاد فرمایا تھا۔

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ہم لوگوں کو وعظ فرمایا کہ تم پر ایک ایسا مہینہ آ رہا ہے جو بہت ہی مبارک ہے اور بے شمار برکتوں اور رحمتوں والا ہے۔ اس میں ایک شب قدر کی رات آتی ہے جو بہت ہی اہم ہے اس رات میں عبادت کرنے کا ثواب ایسا ہے جیساکہ ہزار مہینے سے بھی زیادہ عبادت کی ہو۔ سبحان اللہ! کیا ہی رحمتوں کا مہینہ ہے۔ ایک رات کی عبادت کا ثواب ہزار ماہ کی عبادت سے بھی بڑھ کر ملتا ہے۔

اس ماہ میں اللہ پاک نے رمضان شریف کے روزے کو فرض کیا ہے اور تراویح کو سُنّت۔ اس مبارک مہینے میں نفل ادا کرنے کا ثواب فرضوں کے برابر ہے اور فرضوں کا ثواب ستّر فرضوں کے برابر ہے۔ یعنی جو کوئی کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قُرب حاصل کرے ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض ادا کیا اور جو اس ماہ میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے جیساکہ غیر رمضان میں ستّر فرض ادا کئے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنّت ہے۔ یعنی اگر روزے میں کچھ تکلیف ہو تو اسے صبر کے ساتھ خوشی سے برداشت کرنا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ ہائے ایسی گرمی۔ توبہ توبہ۔ اتنی پیاس کہ اب دم نکلا۔ غرضیکہ اس قسم کی ہائے ہو، چیخ پکار نہ ہونی چاہیئے۔ اسی طرح اگر رات کو تراویح میں کھڑا ہونے سے کچھ دقّت ہوتی ہو تو اسے بھی خوشی سے سہنا چاہیئے۔ جب دُنیا کے پیچھے ہم اپنا کھانا پینا، آرام و راحت سب کچھ چھوڑ دیتے ہیں تو پھر رضائے الٰہی کے لئے ان چیزوں کو دُکھ، تکلیف اور آفت کیوں سمجھا جائے۔ آگے ارشاد فرمایا کہ یہ غمخواری کا مہینہ ہے۔ یعنی غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ سلُوک کرنے کا مہینہ اُن کی امداد کرنا، ان کو کھانے پینے اور پہننے کو دے دینا۔ سحری یا افطاری کے لئے جو قسما قسم کے کھانے آپ نے پکوائے ہیں ان میں سے غریبوں کے لئے بھی بھجوا دو۔ عید کے لئے اگر اپنے بیوی بچوں یا بہن بھائیوں کے لئے کپڑے بنوائے ہیں تو غریبوں کے لئے بھی بنوا دو۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو کوئی کسی بھُوکے کو روٹی کھلائے یا ننگے کو کپڑا پہنائے یا مسافر کو رات گزارنے کے لئے جگہ دے دے تو اللہ تعالےٰ قیامت کی سختیوں سے اس کو پناہ دیتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اس ماہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے اور جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے تو روزہ دار کے ثواب کی مانند اس کو ثواب ملے گا۔ مگر اس روزہ دار کے ثواب میں سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔ نیز اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور دوزخ سے آزاد کر دیا جائے گا۔ اگر کسی کو زیادہ افطاری کی ہمّت نہ ہو تو یہ ثواب تو ایک کھجور سے یا ایک گھُونٹ شربت یا لسّی سے اللہ پاک عنایت فرما دیتے ہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جو شخص حلال کمائی سے رمضان میں روزہ افطار کرائے اس پر رمضان کی راتوں میں فرشتے رحمت بھیجتے ہیں اور شب قدر میں جبرائیل علیہ السلام اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔ آگے ارشاد فرمایا کہ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا پہلا حصّہ اللہ کی رحمت ہے۔ بیچ کا حصّہ مغفرت ہے اور آخری حصّہ دوزخ سے نجات ہے۔

رمضان شریف کے تین حصّے کئے گئے ہیں اور آدمی بھی تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ لوگ جن پر گناہوں کا بوجھ نہیں۔ ان کے لئے شروع ہی سے رحمت اور انعام کی بارش ہو جاتی ہے۔ دُوسرے وہ لوگ جو معمولی گناہ گار ہیں ان کے لئے کچھ حصّہ روزہ رکھنے کے بعد ان روزوں کی برکت اور بدلہ میں مغفرت اور گناہوں کی معافی ہوتی ہے۔ تیسرے وہ جو زیادہ گنہگار ہیں ان کے کئے زیادہ حصّہ روزہ رکھنے کے بعد آگ سے خلاصی ہوتی ہے اور جن لوگوں کے لئے شروع ہی سے رحمت تھی اور ان کے گناہ بخشے بخشائے تھے ان کا پُوچھنا ہی کیا کہ ان کے لئے رحمتوں کے کس قدر انبار ہوں گے۔

اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس مہینے میں اپنے نوکر کے کام میں کمی کر دے تو اللہ پاک اس کی مغفرت فرماتے ہیں اور دوزخ سے آزاد کر دیتے ہیں۔ یہاں نوکر چاکر رکھنے والوں کو ارشاد ہو رہا ہے کہ وہ اپنے نوکروں پر اس مہینے میں تخفیف رکھیں اس لئے کہ آخر وہ بھی روزہ دار ہیں۔ کام کی زیادتی سے ان کو روزہ میں تکلیف ہوگی۔ اس کے بعد حضورؐ نے چار چیزوں کی کثرت کا حکم فرمایا۔ پہلی چیز کلمہ طیبہ ہے کہ اس کو اس ماہ میں کثرت سے پڑھا کرو۔ حدیثوں میں اس کو افضل الذکر فرمایا گیا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص اخلاص سے اس کلمہ کو کہے تو آسمان کے دروازے اس کے لئے فوراً کھُل جاتے ہیں اور عرش تک پہنچنے میں کسی قسم کی روک نہیں ہوتی بشرطیکہ کہنے والا کبیرہ گناہوں سے بچے۔ ایک مرتبہ حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام نے اللہ پاک کی بارگاہ میں عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی دُعا تبلا دیجیے کہ اس کے ساتھ میں آپ کو یاد کیا کروں۔ ارشاد ہُوا کہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" پڑھا کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے عرض کیا کہ یہ تو تیرے سارے ہی بندے کہتے ہیں۔ میں تو کوئی خاص ذکر چاہتا ہوں۔ ارشاد ہُوا کہ اے مُوسیٰؑ اگر ساتوں آسمان اور ان کے آباد کرنے والے میرے سوا یعنی ملائکہ اور ساتوں زمینیں ایک پلڑہ میں رکھ دیئے جائیں اور دُوسرے (بقیہ صفحہ ۱۸)

ایڈیٹر
عبید اللہ انور

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

شرح چندہ
سالانہ: گیارہ روپے ششماہی: چھ روپے
سہ ماہی: تین روپے

منظور شدہ محکمہ تعلیم و جیل مغربی پاکستان

فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا